رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۷

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

تاریخہائے اشاعت ۷-۱۴-۲۱-۲۸

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی (تراب) احمدی

چہ گوئم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
وا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

شرح قیمت چوہر حال میں پیشگی لی جائیگی

(۱) عوام سے	ے
(۲) خواص سے	ے
(۳) ہندوستان سے باہر	ے
(۴) غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے	۱۲

نمبر ۱۴ | قادیان دار الامان مورخہ ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۰۹ء مطابق ۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ | جلد ۱۳

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان دار الامان میں باہتمام شیخ یعقوب علی پروپرائٹر پرنٹر پبلشر کے چھپا

سنیاسیوں کی فتح ہوئی- اور جوگی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے- پھر بادشاہ نے اپنی فوج سے فوراً انتظام کرا دیا- کہ سنیاسی جوگیوں پر زیادہ تشدد نہ کریں- اور فساد رفع ہو گیا-

جہاندار شاہ

ایک کسبی لال کنور پر عاشق ہوا- اور اس عشق کی بدولت ایک سال بھی جہانداری نہ کر سکا- ایک مرتبہ اس کسبی کے ساتھ رتھ میں سوار ہو کر سیر کو گیا- اور دونوں نے خوب شراب پی- واپسی پر لال کنور اُتر کر نشہ کی حالت میں محلسرائے میں جا کر پلنگ پہ بے ہوش پڑی رہی- بادشاہ اسقدر نشہ میں چور تھا کہ نہ اُس کو لال کنور کے رتھ سے اُترنے کی خبر ہوئی- نہ کہاروں کو یہ معلوم ہوا- کہ رتھ کے اندر کوئی پڑا ہے- بہلوان نے رتھ کا پردہ اُٹھا کر نہ دیکھا- اور رتھ کو خالی سمجھ کر بہلخانہ میں لیجا کر کھڑا کر دیا- لال کنور کو ہوش ہوا- تو بادشاہ کو نہ دیکھا- لوگوں سے پوچھا- غرضکہ بادشاہ کے کھوئے جانے سے ایک افراتفری مچ گئی- اور ہر طرف ڈھونڈائی ہونے لگی- آخرکار اگلے دن بہلخانہ میں رتھ کے اندر پڑے ہوئے بادشاہ سلامت کسی کی نظر پڑے- اور وہاں سے لال کنور کے محل میں پہنچائے گئے-

(بھلا ایسے فاسق فاجر کہاں اس قابل تھے- کہ عالمگیر رحمۃ کی عظیم الشان سلطنت کو سنبھال سکتے-

پانی پت کی لڑائیوں میں

سب سے زیادہ مہتم بالشان آخری تیسری لڑائی ہے

جو جنگ مرہٹہ کے نام سے بھی مشہور ہے- فتح و شکست کے واقعات میں اکثر ایسا ہوتا ہے- کہ کمزور کو فتح اور طاقتور کو شکست ہو جاتی ہے- لیکن اس قسم کی خلاف امید فتح یا شکست کا ظاہری سبب اکثر کوئی نہ کوئی غیر متوقع امر ہو جاتا ہے- مثلاً لوگ کہتے ہیں- کہ انند پال کے لشکر نے محمود غزنوی سے اس لئے شکست کھائی- کہ انند پال کا ہاتھی عین معرکہ جنگ میں بگڑ کر پیچھے کو بھاگا- اور فوج کو دھوکا ہوا- کہ ہمارا سپہ سالار خوف کے مارے بھاگا جاتا ہے- لیکن جنگ مرہٹہ کے متعلق اس قسم کی کوئی بات بیان نہیں کی جا سکتی- مرہٹوں کا لشکر پانچ لاکھ کے قریب اور مسلمانوں کا لشکر نوّے ہزار کے قریب تھا- مرہٹوں کے پاس تین سو توپیں اور مسلمانوں کے پاس صرف تیس توپیں تھیں- اس نوّے ہزار میں سے بھی ایک بڑا حصّہ بیکار رہا- یعنی شجاع الدولہ کی فوج نے کوئی کام نہیں کیا- حتّٰی کہ جب احمد شاہ دُرّانی کے وزیر شاہ ولی خان کی فوج قلب میں بہت ماری گئی- اور اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکی- تو شاہ ولی خان نے شجاع الدولہ کے پاس (جو پس پشت اپنی فوج کو خاموش لئے ہوئے کھڑا تھا) خبر بھیجی- کہ اس وقت میری مدد کیجئے- لیکن شجاع الدولہ نے اپنی بزدلی یا حسد یا اور کسی خبث باطنی کے سبب شاہ ولی خان کی استمداد پر مطلق توجہ نہ کی- آخرکار نواب نجیب الدولہ مرہٹوں کے میمنہ کو اُن کی بھیڑ پر اُلٹ کر اور سیندھیا و ہلکر کو فرار کا راستہ دکھا کر قلب کی جانب شاہ ولی خان کے سامنے آ کر سپر بن گیا- لڑائی نماز فجر کے وقت سے عصر تک برابر جاری رہی (یعنی طرفین کو خوب اچھی طرح کوششیں اور اپنے دل کے حوصلے نکالنے کا موقعہ ملا) بارہ گھنٹہ کے سخت کشت و خون اور زد و خورد کے بعد مرہٹوں اور راجپوتوں کی فوجیں میدان چھوڑ کر بھاگیں اور دس کوس تک اُن کا تعاقب کیا گیا-

یہ لڑائی قوموں کی شجاعت و سپہگری اور قلبی و جسمانی طاقتوں کے امتیازات پر اچھی طرح سے روشنی ڈالتی ہے-!

اکبر شاہ خان نجیب آبادی

ریویو

جناب مکرم حضرت ایڈیٹر صاحب الحکم زاد نوازشکم-

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ- اس مہینہ میں دارالکتب احمدیہ کو مندرجہ ذیل کتب وصول ہوئیں- جن میں ایک ماہوار رسالہ رہنمائے تعلیم ہے- جو انشاء اللہ تعالیٰ ماہ بماہ لائبریری کے لئے وصول ہوا کریگا- ماہ گذشتہ کی وصول شدہ کتب کا ریویو رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع ہوا تھا- اس مرتبہ حسب دستور وصول شدہ کتب کا ریویو آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے- براہ کرم درج اخبار فرما کر سپاس گذاری کا موقع دیں- ریویو حسب ذیل ہیں- والسلام

راقم

نائب افسر دارالکتب احمدیہ

رہنمائے تعلیم

لاہور سے منشی طالب علی صاحب پابند کی ایڈیٹری میں قریباً ۴۸ جزو پر مناسب لکھائی چھپائی اور موزون کاغذ پر ماہوار شائع ہوتا ہے- مارچ و اپریل کا رسالہ اس وقت میرے سامنے ہے جیسا کہ رسالہ کا نام بھی رہبری کر رہا ہے- سررشتہ تعلیم ہی کے متعلق مضامین سے لبریز ہے- سب سے پہلا مضمون جو مسٹر پرتول چندر چٹرجی وائس چانسلر یونیورسٹی پنجاب کی تقریر ہے- کمزوریوں کی پوٹ اور غلط بیانیوں کا مجموعہ ہے- مسٹر پی- سی چٹرجی نے پنجابی کی حمایت اور اردو کی مخالفت میں جو کچھ گوہرافشانی کی ہے- اُس سے غالباً اُن کے احباب کو بڑی شرم معلوم ہوتی ہوگی- کہ اُن کے دوست کی جو باتیں ہیں ..... اور جو دلیل ہے وہ خود محتاج دلیل ہے- جا بجا دعاوی کو بطور ثبوت پیش کر دیا گیا ہے- اور بنگالی کیش رنجن آئیل لگا لگا کر پنجابی موچھوں کو خوب تاؤ دیا گیا ہے جاننے والے جانتے ہیں ...... کہ اس مسئلہ اردو پنجابی کے بمب کو بنگالیوں نے ہندو مسلمانوں کے تنافر اور مذہبی عناد کے ڈائنامیٹ سے تیار کر کے پنجابیوں کے سکون و رواداری کو افراتفری اور مخالفتوں سے بدل دینے کے لئے پنجاب کے دارالخلافہ میں لا کر چھوڑا ہے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدت را می شناسم

خیر- اس وقت میرا یہ منشا نہیں- کہ اس مضمون کا ردّ لکھوں- اگر فرصت نے موقع دیا- اور ضرورت نے مجبور کیا تو وائس چانسلر صاحب کی تقریر کے جوڑ بند علیحدہ علیحدہ کر کے اچھی طرح اُس کی تشریح کر دیجاویگی-

دوسرا مضمون ضروری اور غور طلب امور کی سرخی کے ذیل میں ایڈیٹر صاحب نے نہائت خوبی اور قابلیت سے لکھا ہے- جس سے حضرت پابند کی وسعت معلومات اور سررشتہ تعلیم کے معاملات میں نہائت دقیق نظر

رکھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ رہنمائے تعلیم کی ایڈیٹری کے لئے ایسا شخص نہایت موزوں ہے۔ اور امید کی جا سکتی ہے۔ کہ منشی صاحب موصوف آئندہ اس رسالہ کو مدرسین کی آنکھوں کا نور۔ اور دلوں کا سرور بنانے میں بیش از پیش کامیابی حاصل کرینگے۔ استفسار کی سُرخی کے تحت میں بعض استفسار ایسے ہیں۔ جو رہنمائے تعلیم جیسے* شاندار رسالہ میں نہ ہوں تو اچھا ہے۔ قیمت سالانہ عہ اور غریب طلبا سے عہ

اطباق الثردہ فی حل ابیات البردہ

ایک مسلمان کے سامنے جب اس کے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا جاتا ہے۔ تو اُس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اور بے اختیار اُس کی زبان پر درود جاری ہو جاتی ہے۔ ایک عاشق کو اپنے معشوق سے جو تعلق ہوتا ہے۔ اس کو لیلی و مجنوں اور شیرین و فرہاد کا نام لیکر بتایا جا سکتا ہے ماں کی ماںمتا اور باپ کی محبت کو بھی ہر شخص جانتا ہے لیکن ایک سچے مسلمان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو تعلق اور محبت ہے۔ وہ غیر مسلموں پر نہ کسی مثال کے ذریعہ سے ظاہر کی جا سکتی ہے۔ نہ زبان کے الفاظ و محاورات اُس کے ادا کرنے کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ کسی مسلمان کا جوش دلی جب ضبط کے ہاتھوں سے باہر ہو جاتا ہے۔ تو زبان سے عاشقانہ لب و لہجہ میں تراوش پاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم (فداہ امی وابی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشقوں اور فدائیوں کی تعداد گنتی اور شمار کے احاطہ سے بیرون و افزوں ہے۔ لیکن اردو زبان کے عاشقانہ ترانوں میں وہ قصیدہ ذرا زیادہ مشہور ہے۔ جس کے مصنف محسن کاکوروی ہیں۔ اور جو اس مطلع سے شروع ہوتا ہے ؎

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

فارسی زبان میں حضرت اقدس جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ نعتیہ قصیدہ بھی عام طور سے مقبول و با اثر ثابت ہوا ہے۔ اور بے نظیر مانا گیا ہے۔ جو **آئینۂ کمالات اسلام** کے ابتدائی صفحات میں درج ہے۔ اور جو اس مطلع سے شروع ہوتا ہے ؎

چوں زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار
عاجزہ از مدحتش زمین و آسمان و ہر دو دار

عربی زبان میں مولانا ابو عبد اللہ شرف الدین بن محمد البوصیری کے اُس نعتیہ قصیدہ کو قبولیت کا خلعت ملا ہوا ہے۔ جس کو قصیدۃ البردہ کہتے ہیں۔ اور جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے ؎

امن تذکر جیران بذی سلم
مزجت دمعا جری من مقلۃ بدم

اس عربی قصیدہ کی سلاستِ زبان عذوبتِ بیان شوکتِ الفاظ بلندیٔ مضامین جوشش عشق زور طبع سب کچھ فارغ از توصیف اور مہر نیمروز کی طرح مشہور انام اور مطبوع خاطر خاص و عام ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ جو کتاب زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ اُس کے شروح و حواشی بھی بکثرت مرتب ہو جاتے ہیں۔ قصیدۂ بردہ کی بھی بہت سی عربی و فارسی شروح و حواشی و تراجم لوگوں نے لکھے اور شائع کئے اردو میں اس قصیدہ کی سب سے بہتر شرح میں اُس کتاب کو سمجھتا تھا۔ جس کا نام **عطر الوردہ** ہے۔ اور جو مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی کی لکھی ہوئی۔ اور دلّی کے مجتبائی مطبع کی چھپی ہوئی میں نے دیکھی تھی۔ لیکن اس **عطر الوردہ** سے بھی بہتر میں اپنی اُس نوٹ بک کو سمجھتا تھا۔ جو میں نے اُستاذی و سیدی مولانا مولوی حافظ روشن علی صاحب اور پھر اُستاذی مولوی عبد الرحمٰن صاحب سے قصیدۂ بردہ پڑھتے ہوئے لکھی تھی اور جس میں میں نے کوشش کی تھی۔ کہ اپنے ہر دو بزرگوں کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ علی حالہ محفوظ رہیں۔ میرا ارادہ تھا۔ کہ اگر کبھی موقع ہوا۔ تو اپنی اس نوٹ بک کو جس میں نمبروار ہر شعر کے الفاظ مشکلہ کے معانی۔ ترجمہ مطالب۔ تشریح سب کچھ تحریر ہے چھپوا کر شائع کر دونگا۔ لیکن اب جناب مولوی عبد الحالک صاحب مشیر مال یعنی فنانشل کمشنر ریاست بہاولپور متوطن ضلع گجرات کی مرتبہ و مصنفہ کتاب "اطباق الثردہ فی حل ابیات البردہ" کو دیکھکر میں نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا ہے۔ اور میرے نزدیک اردو زبان میں اس قصیدہ کی اب اَور کوئی شرح لکھنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ اگرچہ کتاب کے ٹائیٹل پیج پر قیمت ۱۲ر درج ہے۔ لیکن جناب مشیر مال صاحب موصوف نے اپنے ایک خط کے ذریعہ سے اس عاجز کو مطلع فرمایا ہے۔ کہ وہ کتاب کی کوئی قیمت کسی سے لینا نہیں چاہتے۔ جو صاحب اس کتاب کے دیکھنے کے مشتاق ہوں۔ وہ بہاولپور کے پتہ پر حضرت مصنف کو خط لکھکر کتاب منگوا لیں۔ میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ مصنف کو جزائے خیر دے آمین!۔

اصلاح رسوم

یہ ایک ناول ہے۔ جو ناول لعل کی عام تقطیع کے ۱۰۴ صفحوں پر ختم ہوتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے۔ کہ خاندان کی بڑی بوڑھیاں لڑکیوں کی نگرانی کریں۔ بازاری کتابوں خصوصاً ناولوں کو (جن میں یہ ناول اصلاح رسوم بھی شامل ہے) لڑکیوں کے ہاتھوں تک پہنچنے سے روکا جائے۔ اور شادی بیاہ میں طرفین کی (دولہا دلہن کی) رضامندی اور میلان طبع کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے سلاستِ زبان اور ادائے بیان کے لئے اس بات کا ظاہر کر دینا کافی ہے۔ کہ اس کے مصنف دہلی کے باشندے ہیں۔ قیمت چھ آنہ زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ ملنے کا پتہ:- جناب خورشید مرزا۔ کھاری باولی۔ کوچہ نواب مرزا۔ دہلی۔

ملیریل فیور

موسمی بخار کے اسباب و علامات و معالجات پر ۲۴ صفحہ کا نفع رسان رسالہ ہے۔ ہر شخص اس کے مطالعہ سے نفع اٹھا سکتا ہے۔ قیمت فی جلد ۲ر۔ پنڈت حکم دیند گنگاہر مالک و منیجر اوشدھالیہ شورکوٹ ضلع جھنگ سے مل سکتا ہے۔

راقم

اکبر شاہ خان نجیب آبادی ثم قادیانی
نائب افسر دار الکتب احمدیہ

ترکیب بند مبارک

نہ کر غفلت مبارک تو کہ اک دن تجھکو مرنا ہے
سفر اس دار فانی سے تجھے بے شبہ کرنا ہے
یہ دُنیا اک تماشا ہے نہ اس میں دل لگا غافل
طلب میں اس کی رہنا عمر کو برباد کرنا ہے
تو اپنے جن کو سمجھا ہے وہ بیگانے ہیں اے نادان
قضا کے گھاٹ پر آخر تجھے تنہا گذرنا ہے
کہاں کا عشق کیسا حسن سب جھوٹے فسانے ہیں
خدا سے تو لگا ناداں کہ اک دن تجھکو مرنا ہے
ہوا تو خاک سے پیدا ملیگا خاک میں آخر
جو اس دُنیا میں کرنا ہے وہی عقبیٰ میں بھرنا ہے
دلے باید کہ در عشق خدا عہد و وفا دارد
نہ چوں کفار از دُنیائے دوں امیدہا دارد
کوئی دُنیا پہ مرتا ہے کوئی دُنیا سے جاتا ہے
نظر آتا ہے خوش کوئی کسی کو غم ستاتا ہے
کبھی فصل خزاں ہے اور کبھی گلشن میں فصل گل
عجب نیرنگیاں وہ اپنی قدرت کی دکھاتا ہے
چمکتی ہے کبھی بجلی برستا ہے کبھی بادل
کسی کو وہ ہنساتا ہے کسی کو وہ رولاتا ہے
ہر اک ذرہ سے ظاہر ہے نشاں اس ذات باری کا
جہاں میں ہم کو ہر پتا پتا اُس کا بتاتا ہے
رکھا یا نام اُس نے ایک کے در کا در دولت
بنا کے ایک کو دریوزہ گر در در پھراتا ہے
دریں غفلت سرا ہر یک گذرگاہ جدا دارد
زہے خوش بخت آں مردے کہ راہے با خدا دارد
کوئی مفتون گل کوئی فدائے نغمۂ بلبل
کسی کو فخر ہشیاری کوئی شیدائے جام مُل
کوئی مداح بن کر اپنا بنتا ہے میاں مٹھو
کوئی اپنی گدھی کو یہ سمجھتا ہے کہ ہے دُلدل
کوئی مصروف خود بینی تو کوئی وقف خود داری
خوشامد میں کسی کی چہچہہ زن کوئی جوں بلبل
کسی کو ہے ہوس ہوں پانچویں میں بھی سوار ان میں
زمانہ میں ہو شہرت اپنی کلکتہ سے تا کابل
غرض ہے مبتلا ہر شخص اپنی اپنی حالت میں
ہے مرنا ایک دن سب کو خیال اس کا نہیں بالکل
مبارک را ندانستم کہ ایں فہم و ذکا دارد
خدا یاری دہد او را عجب طبع رسا دارد

راقم

مبارک اسمعیل احمدی لاہوری

فیثاغورث

شائد اس بات پر بہت تھوڑے لوگوں نے توجہ کی ہوگی۔ کہ جس زمانہ میں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے ساڑھے پانسو برس پہلے ہندوستان میں گوتم بُدھ پیدا ہوئے۔ ٹھیک اُنھیں ایام میں یونان کے علاقہ کے ایک غیر مشہور جزیرہ میں فیثاغورث پیدا ہوُا۔ پھر لطف یہ کہ گوتم بُدھ کی عمر بھی اسّی برس ہوئی۔ یعنی جس طرح دونوں کا زمانہ پیدائش ایک ہے۔ اسی طرح دونوں کا زمانہ وفات بھی ایک ہی ہے۔

یہاں ہندوستان میں مہاتما گوتم بُدھ کے گرد جس طرح بہار و کاشی و اڑیسہ وغیرہ میں شاگردوں اور مریدوں کا ایک معقول گروہ جمع رہتا تھا۔ اُسی طرح یونان اور اُس کے مختلف صوبوں میں فیثاغورث اپنے بہت سے شاگردوں کو لئے مصروف سفر تھا۔ جس طرح گوتم بُدھ ایک متین اور خوبصورت اور معتدل القامت انسان تھا۔ اسی طرح فیثاغورث بھی ایک متین اور بارعب آدمی تھا۔ اور قد و قامت بھی معتدل رکھتا تھا۔ فیثاغورث حکیم فیرسید کا شاگرد تھا۔ جو اُس سے بہت محبت کرتا تھا۔ حکیم فیرسید جب مرض موت میں گرفتار رہا۔ تو فیثاغورث اُس کی عیادت کو گیا۔ فیرسید اس بات سے ڈرا۔ کہ کہیں میرے پیارے شاگرد کو میرا مرض سرائت نہ کر جائے اس لئے اس نے دروازہ بند کرا دیا۔ اور اپنی اُنگلیاں باہر نکال دیں۔ اور فیثاغورث سے کہا۔ کہ تو میرے مرض کی کیفیت میری انگلیاں دیکھکر معلوم کر لے۔ جب فیرسید مر گیا۔ تو فیثاغورث حکیم ہرمودامنطؔ کی صحبت میں رہا۔ اور جزیرہ ساموس میں اُس سے اکتساب علم کرتا رہا۔ چند روز کے بعد فیثاغورث نے تحصیل علوم کیلئے ملکوں کا سفر اختیار کیا۔ اور مصر میں پہونچکر مصریوں کی پورانی باتیں اور حکیم اقلیقولاس[1] اور بادشاہ ہرمانوس کے زمانہ کے علوم اور سربستہ رازوں کی تحقیق میں مصروف رہا۔ فیثاغورث مصر سے ایران کو گیا۔ اور آتش پرستوں کے علوم بھی پڑھے۔ پھر اور ملکوں میں پھرتا ہوُا ہندوستان آیا۔ اُس زمانہ میں عام طور سے بُدھ کا مذہب رائج نہیں ہوُا تھا۔ گوتم بُدھ اڑیسہ کی طرف تھا۔ فیثاغورث گنگا کے مشرقی جانب ہندوستان کے ایک نہائت آباد اور زرخیز صوبہ میں (جو آجکل روہیلکھنڈ کے نام سے مشہور ہے) آیا اور چند روز تک یہاں کے بڑے بڑے ودوانوں سے بحث مباحثے اور علمی گفتگوئیں کر کے واپس اپنے وطن کو گیا۔ اور وہاں چند روز قیام کر کے ملک اٹلی میں پہنچا۔ وہاں بہت سے آدمی اُس کے معتقد اور شاگرد ہوئے۔ تمام ملک اٹلی میں اُس کی شہرت ہو گئی۔ یہاں تک کہ تین سو شاگرد ہر وقت اُس کے ساتھ رہتے تھے۔ جب کوئی نیا شاگرد فیثاغورث کے پاس آتا۔ تو ایک سال تک اُس کو بولنے کی اجازت نہ ہوتی۔ جو تعلیم اور شاگردوں کو ہوتی۔ اس کو وہ خاموش سُنا کرتا۔ ایک سال کے بعد اس کو بولنے کی اور فیثاغورث سے بحث و مناظرہ کرنے کی اجازت ہوتی۔ فیثاغورث اوتاروں کی قسم کھانے اور اُن کا نام لیکر گواہی دینے کو حرام سمجھتا تھا۔ فیثاغورث کہتا تھا کہ میں نے عالم کشف میں ایک مرتبہ

---

[1] حکیم اقلیقولاس اور بادشاہ ہرمانوس کا ۔۔۔۔ حال میں نے اپنے رسالہ سلہ مان ابسال میں مفصّل لکھا ہے۔

اکبر نجیب آبادی

جہنم کو دیکھا۔ وہاں ھزیود مس شاعر کی روح کو زنجیروں میں بندھا ہوا پایا۔ اور سُولی پر چڑھا ہوا بڑی تکلیفوں میں دیکھا۔ اور ھومر شاعر کی روح کو ایک درخت میں لٹکے ہوئے دیکھا ہر طرف سے اُس کو سانپ گھیرے ہوئے تھے۔ اور یہ عذاب اس وجہ سے تھا۔ کہ وہ جھوٹی باتیں خدا کی طرف نسبت کرتا تھا۔ بہت سے ایسے مردوں کی روحوں کو جو اپنی بیبیوں سے بُری طرح معاشرت کرتے تھے۔ عذاب میں گرفتار دیکھا فیثاغورث مسمریزم کے فن سے بھی خوب واقف تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے اپنی ران کھول کر لوگوں کو دکھائی۔ جو سونے کی بنی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ وہ لوگوں کے تخیل پر اکثر اپنا اثر ڈال دیا کرتا تھا۔ فیثاغورث کہا کرتا تھا۔ کہ آدمی کو چاہئے۔ کہ کسی چیز کی آرزو نہ کرے۔ اس لئے کہ اس کو معلوم نہیں ہے۔ کہ وہ چیز اُس کو سزاوار ہے یا نہیں ہے فیثاغورث کہا کرتا تھا۔ کہ ولادت کے وقت سے بیس برس کی عمر تک انسان بچہ ہے اور بیس سے چالیس تک جوان ہے اور چالیس سے ساٹھ تک مرد آدمی ہے۔ اور ساٹھ سے اسی تک بوڑھا ہے۔ اور اس کے بعد پھر اُس کا شمار زندوں میں نہیں ہے۔ فیثاغورث کو علم ہندسہ سے بہت شوق تھا یہ بات فیثاغورث نے ہی تحقیق کی تھی۔ کہ ہر مثلث قائم الزاویہ کے وتر کا مربع اس کے باقی دونوں ضلعوں کے مربعوں کے مجموعہ کے برابر ہوتا ہے۔ فیثاغورث نے جب اس مسئلہ نظریہ کو ایجاد کیا۔ تو اس کو اس قدر خوشی ہوئی۔ کہ اس نے سَو گائیوں کی قربانی کی۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ یہ مسئلہ مجھکو الہام الٰہی کے ذریعہ سے بتایا گیا ہے۔ فیثاغورث اپنے ہر ایک شاگرد سے کہا کرتا تھا۔ کہ جب دن ختم ہو جائے۔ تو اپنے نفس کی حالت میں غور کیا کرو۔ کہ آج سارے دن ہم نے اپنے نفس کو کن کن کاموں میں مصروف رکھا۔ اور آیا جو کام ہم نے کئے۔ وہ حکمت کی رو سے بہتر تھے یا بدتر۔ سب سے زیادہ مشہور اور شاندار کام فیثاغورث کا علم ہیئت کی لطیف تحقیقاتیں ہیں۔ بطلیموس کی تحقیقات کے موافق زمین ساکن تھی۔ اور تمام ستارے و سیارے زمین کے گرد گھومتے تھے۔ لیکن فیثاغورث نے اس کو بالکل غلط ثابت کر دیا۔ اور ثابت کیا کہ تمام سیارے یعنی عطارد۔ زہرہ۔ زمین۔ مریخ۔ مشتری۔ زحل وغیرہ سب آفتاب کے گرد گردش کرتے ہیں۔ پہلے لوگ صبح کے ستارے اور شام کے ستارے دو علیحدہ علیحدہ سیارے سمجھتے تھے۔ فیثاغورث نے اس بات کو تحقیق کیا۔ کہ دراصل یہ ایک ہی سیارہ مزاھرہ ہے۔ جو کبھی شام کو نظر آتا ہے اور کبھی صبح کو۔ فیثاغورث ہی نے اس بات پر دلائل بہم پہنچائے۔ کہ زمین گول ہے۔ اور وہ ہر طرف سے آباد ہے۔ اس کا قول تھا۔ کہ اگر کسی جگہ زمین میں ہم ایک سوراخ کریں۔ اور اُس کو گہرا کھودتے ہوئے چلے جائیں۔ تو آخر وہ سوراخ زمین کی دوسری جانب زمین کی سطح پر نکل آئیگا۔ فیثاغورث کی وفات کے متعلق مختلف باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ زیادہ صحیح یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ملک میں دو گروہ ہو کر دونوں میں عرصہ تک شدید جنگ وجدل رہی ایک گروہ کا طرفدار فیثاغورث بھی تھا۔ اس لئے مخالف گروہ کے آدمیوں کے ہاتھ سے وہ اسی برس کی عمر میں بہت سے..... شاگردوں کے ساتھ مارا گیا۔

راقم

اکبر نجیب آبادی

کلمات طیبات

جو حضور امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین رضی کی زبان مبارک سے وقتاً فوقتاً سن کر اُن کے ایک غلام نجیب آبادی نے قلمبند کئے۔

——— بد آدمی ہمیشہ بدیوں کو دیکھتا اور نکتہ چینیاں کرتا ہے۔ نیک ہمیشہ بھلائیوں کی طرف نظر کرتا ہے۔ عیسائیوں نے اپنی کسی غرض کے لئے تمام انبیاء کے معائب بیان کرنے میں اپنے آپ کو آلودہ کیا۔ تیرہ سو برس سے ہمارے سرکار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بھی بدزبانی کر کے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کر..... رہے ہیں بدقسمتی سے دُنیوی اغراض کے لئے مسلمانوں میں بھی بعض گروہ مثلاً شیعہ پیدا ہوئے۔ جو صحابہ کرام ازواج مطہرات۔ تابعین۔ تبع تابعین اور ائمہ دین کو فاسق و فاجر اور ظالم و غاصب قرار دیتے ہیں۔ آریوں کی قوم کے پاس بھی خود تو کچھ خوبی نہیں۔ لیکن نیک آدمیوں کو بُرا کہنے میں بہت زبان دراز ہیں۔ اب انہیں مذکورہ بالا تینوں قوموں کی حالت میں غور کر لو۔ اور دیکھو کہ عیسائیوں میں فسق وفجور کی کسقدر کثرت ہے۔ حتّٰی کہ ان کے یہاں کوئی قانون ہی نہیں۔ جس میں زنا کا کوئی انسداد ہو پھر شیعوں کو دیکھو۔ اُن میں فسق وفجور کی کسقدر کثرت سے ہے۔ اسی طرح آریوں کے یہاں نیوگ کے مسئلہ نے فسق وفجور کی بہت راہیں پیدا کر رکھی ہیں۔ ان تینوں قوموں نے اپنی بدزبانی اور بدگوئی کا کوئی نیک نتیجہ نہیں پایا۔ افسوس ہے کہ اب بھی بعض لوگ عیب شماری میں مصروف رہتے ہیں۔ میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں۔ کہ جو شخص دوسروں کو ناحق عیب لگاتا ہے۔ وہ نہیں مرتا جب تک کہ خود وہی یا اُسی قسم کا عیب نہیں دیکھ لیتا۔ ہاں اگر سچے دل سے توبہ کرے۔ تو خدا بخشنے والا ہے۔

——— بعض ملکوں میں جب بعض الفاظ جاتے ہیں تو اُن کے غلط معانی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ہمارے ملک میں لفظ حرام کبھی اچھے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا حالانکہ حرام عربی زبان میں بڑی عزت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

——— کسی خاص قسم کی تعلیم جو کسی نبی کے ذریعہ سے دُنیا میں شائع ہو۔ اُس کو ملت کہتے ہیں۔ ملت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کبھی نہیں ہوتی۔ مثلاً ملت اللہ کبھی نہیں بولا جاتا۔ جیسے ملت ابراہیم بولا گیا ہے۔

——— حضرت رابعہ بصری کی مجلس میں ایک شخص نے دُنیا کی بہت مذمت کی۔ اور اسی طرح متواتر تین دن دُنیا کی مذمت بیان کی۔ حضرت رابعہ نے فرمایا۔ کہ اس شخص کو ہماری مجلس سے نکال دو۔ کیونکہ اس کو دُنیا کا بہت خیال رہتا ہے۔ تب ہی تو اُس کا بار بار ذکر کرتا ہے۔

——— عجیب بات ہے کہ شیعوں کے یہاں تمام آئمہ کی وفات کے لئے صرف دو ہی مسئلے ہیں۔ کہ یا تو قتل ہوئے یا زہر دیئے گئے۔ جن لوگوں کی شہادت ثابت کر سکے

اُن کو تو شہید ٹھہرایا۔ اور جن لوگوں کا شہید ہونا ثابت نہ کر سکے۔ اُن کی نسبت کہدیا کہ ان کو زہر دیگیا۔ چنانچہ ہمنے تو تاریخوں کی بھی بہت ہی کتابیں پڑہی ہیں۔ اور امام حسن علیہ السلام کے زہر کی نسبت بہت ہی تحقیق کیا۔ مگر کہیں کوئی وجہ زہر خورانی کی ثابت نہیں ہوتی۔ اور کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں زہر دیا گیا۔ غرضکہ حضرت امام حسن عم کو زہر دینا ہم کو تو ثابت نہیں ہوتا۔

—— استغفار تمام انبیاء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ استغفار کی بہت کثرت کرو۔

—— لوگ تو ابن خرم کی کتابوں کو معمولی ہی سمجھتے ہیں لیکن ہم تو ابن خرم کی کتابوں کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ حقیقتاً ابن خرم بڑا آدمی ہے۔ ابن خرم چار سو کتابوں کا مصنف ہے۔ ابن خرم نے اپنی ایک کتاب مداواۃ النفوس میں لکھا ہے۔ کہ شیطان نے جن ہتھیاروں کے ذریعہ سے انسان کا شکار کیا ہے۔ انمیں سے ایک زبردست ہتھیار یہ بھی ہے۔ کہ آدمی ناصح کی نصیحت پر اُس کو یہ جواب دے۔ کہ فلاں شخص بھی تو یہ کام کرتا ہے۔ میں بھی اگر کرتا ہوں۔ تو کیا حرج ہے۔ یہ جواب سُن کر ناصح کو پھر آگے کہنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

—— اگر کوئی کام کسی شخص کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اور وہ اُس کو نہیں کر سکتا۔ تو کہا کرتے ہیں۔ کہ یہ کام اگر فلاں شخص کو سپرد کرتے تو وہ خوب انجام دیتا۔ دیکھو خدا تعالیٰ نے درختوں کو جو حکم کیا۔ وہ اُس کی برابر تعمیل کرتے ہیں۔ مثلاً پیپل کے درخت کو حکم دیا۔ کہ تو پیپل کے پتے لگایا کر اور کیکر کو حکم دیا کہ کانٹے پیدا کیا کر۔ اب کیکر نہیں کرتا کہ وہ پیپل یا کسی دوسرے درخت کے پتے پیدا کرے۔ اور پیپل یہ نہیں کرتا۔ کہ اُس میں کیکر کے کانٹے پیدا ہوں۔ غرضکہ بجا آوری احکام میں ایک سر مو تفاوت نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اس قسم کی چیزوں کو ہمنے جو حکم دیا۔ وہ برابر فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اگر اور کوئی حکم اُن کو دیتے۔ تو وہ اُس کی بھی تعمیل کرتے۔ اب غور کرو۔ اور سمجھو اس آیت کے معنی لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعاً متصدعاً الخ

—— (برادرم عبدالحی کے اُستاد سید محمد شفیع صاحب نے کہیں سبق پڑھاتے ہوئے عبدالحی صاحب سے کہدیا کہ میں ایک مہینہ میں . . . . . سورۂ بقر تم کو ضرور حفظ یاد کرادونگا۔ یہ الفاظ جب حضور امیر علیہ السلام نے سُنے تو فرمایا) جو لوگ دعوے سے کہا کرتے ہیں۔ کہ ہم فلاں کام ضرور کرلیں گے اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ بھی نہیں کہتے ہم نے دیکھا ہے۔ کہ وہ ناکام ہی رہتے ہیں۔ ہم نے بھی عبدالحی سے کہا ہے۔ کہ اگر تم سورۂ بقر ہم کو حفظ سُنادوگے۔ تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ ایک بہت بڑی ضیافت کریں گے۔ لیکن دیکھو۔ ہم نے لفظ **اگر** بھی ساتھ لگا دیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ بھی کہدیا ہے (اسی جلسہ میں سید محمد شفیع صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ سید صاحب یہاں دین سیکھنے کے لئے آئے ہیں عبدالحی کو قرآن شریف پڑھاتے ہوئے ان کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ بہت کچھ دینی فائدہ حاصل ہوجائیگا۔

(۱۷ / نومبر ۱۹۰۹ء بوقت صبح بعد نماز فجر قائم گنج سے آئے ہوئے ایک سفید ریش پٹھان مہمان کو مخاطب کرکے فرمایا) خدا تعالیٰ تک پہنچنے اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے لوگوں نے بڑی بڑی اور قسم قسم کی کوششیں کی ہیں۔ بعض ہندوؤں نے اپنے جسموں کو برف میں گلا دیا۔ بعض صبح سے شام تک سورج ہی کو تکتے رہتے ہیں۔ بعض دن رات برابر کھڑے ہی رہتے ہیں۔ بعض اپنے ہاتھ یا پاؤں وغیرہ اعضاء خشک کرلیتے ہیں۔ بعض اپنے عضو تناسل کو کاٹ ڈالتے ہیں۔ سب کی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ کسی طرح خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ اور اُس سے تعلق۔ پھر ایک دوسری قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ بعض اولیا کے ملفوظات پڑھتے ہیں۔ انکے پڑھنے سے قلب میں ایک رقت پیدا ہوتی ہے۔ اور انہیں میں سے اُس بزرگ کا کوئی وظیفہ یا مجاہدہ بھی کبھی کبھی انسان اپنے لئے منتخب کرلیتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں۔ کہ کسی موزون کلام مثلاً شعر غزل ٹھمری وغیرہ سے رقت پیدا کرتے ہیں۔ اور ایک وقت تک اُس کے اثر سے متأثر بھی ہوتے ہیں۔ بعض حزب البحر اور درود مغنی اور درود تاج وغیرہ وظائف بڑے اہتمام سے پڑھتے ہیں اور وظائف ہی کے ذریعہ خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اب ان سب گروہوں کے حالات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس کی مخالفت کا اصل اصول قریباً سب میں پایا جاتا ہے۔ ان سب کے سوا اور ان سب کے خلاف ایک انبیاء علیہم السلام کا گروہ ہے۔ وہ صرف احکام خداوندی کی پابندی اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ ان کو اس کی مطلق بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ کہ نفس کی مخالفت ہے یا موافقت۔ جو خدا کا حکم ہوتا ہے اُس پر عمل کرتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا کوئی ایسا حکم آگیا۔ کہ جس میں نفس کی مخالفت ہوتی ہو۔ تو اُس پر بھی بڑی خوشی سے عمل کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی ایسا حکم آگیا۔ کہ اُس میں نفس کی موافقت ہے۔ تو اُس پر بھی عمل کرتے ہیں۔ جب تک شراب کی ممانعت کا حکم نہیں آیا۔ تو شراب کو منع نہیں کیا۔ جب حکم آگیا تو منع کیا۔ جب تک جوئے کی ممانعت کا حکم نہیں آیا۔ تو منع نہیں کیا۔ جب ممانعت کا حکم آگیا تو منع کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

چمکتی ہے جو رنگ اکثر نشاں ہے مہ جبینوں کا
جسے ہم روندتے پھرتے ہیں یہ سب خاک انساں کی ہے

مغرب سے جو ایجادات اور علوم کا آفتاب طلوع ہوا ہے۔ اُس نے باشندگان مشرق کی آنکھوں کو خیرہ کر رکھا ہے اس آفتاب سے جس کسی نے ذرا بھی حرارت و روشنی حاصل کی ہے۔ اُسی کے دماغ میں بجز مغرب کے بلیڈائی بخارات کا اسقدر اجتماع ہو گیا ہے۔ کہ اب پانسو برس سے بیشتر کی پورانی تاریخوں کے اوراق پر ضماد کرکے مسٹر ڈیلا یا سٹرلینڈ لیوں پر چپکایا جاتا ہے۔ اور مشرقی اکلیل الملک کے جوشاندہ سے پاشویہ کرایا جاتا ہے۔ تو بھی ہمارے جنٹلمینوں کے دماغ سے رعب علوم و فلسفۂ مغرب کا سرسام دور ہونے میں نہیں آتا۔ کیا ستم ہے کہ گنیش جی کو دافع بلیات سمجھکر دروازوں پر اچھی مورت میں گنیش کی مورت اُتروانے والے اور سری گنگا مہارانی

کی جے کو وظیفہ بنانے والے تو نل میں نل لگا کر اور زلفِ معشوق سے بھی زیادہ سلسلہ کو بڑھا کر افریقہ کے شمال اور ایشیا کے مشرق میں رہنے والوں یعنی نیلی نیلی آنکھوں والے فرنگیوں کے اُستاد بننے کا دعوی کرتے اور اپنے نوجوانوں کے حوصلوں کو بڑھا بڑھا کر زحل کی بلندی سے بھی اوپر لئے جاتے ہیں۔ اور ہم ہیں۔ کہ یا تو خواب غلفت میں پڑے انڈے رہے ہیں۔ یا اُس سرسام میں مُبتلا ہیں جس کا اوپر ذکر ہوا۔ میرا یہ مُدعا نہیں۔ اور ہرگز نہیں کہ ہم بھی فرنگستانیوں کے احسانات کو بھول جائیں۔ اور احسان فراموشی و محسن کُشی اور بیوفائی کے قابل شرم عیب اور رذالت میں مُبتلا ہوں۔ بلکہ میرا مدعا صرف یہ ہے۔ کہ مسلمان اپنے بزرگوں کے علوم و فنون اور کارناموں سے واقف ہوں۔ اور اپنے علم تاریخ (جس پر مسلمانوں کو ہمیشہ بجا فخر رہے گا۔) کی طرف ذرا آنکھ اُٹھا کر تو دیکھیں کہ یورپ والے اُنہیں کے آبائی خزانوں پر قبضہ کر کے پورانے سکوں کو گلا گلا کر لندن۔ پیرس۔ برلن وغیرہ کی ٹکسالوں میں نئے سکوں میں ڈھال ڈھال کر ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور ہم اس بات سے بے خبر ہیں کہ ان سکوں کی چاندی اور سونا ہمارے ہی بزرگوں نے سنگلاخ مقاموں کی کانوں اور دشوار گذار و زہرہ گداز پہاڑوں کو کھود کھود کر نکالا تھا۔ آبائی کارناموں کے معلوم ہونے اور قومی تاریخ کے مطالعہ سے انسان کا حوصلہ بڑھتا اور خواہ مخواہ علمی ترقی کا جوش اور شوق پیدا ہوتا ہے۔ کون ہے۔ جو اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ غرناطہ و اشبیلیہ کے دار العلوموں سے تمام یورپ میں علوم کی روشنی پھیلی ہے۔ سارے فرنگستان نے اندلس کے علم دوست مسلمانوں کی شاگردی سے سب کچھ پایا ہے۔ اور مسلمانوں ہی کا طفیل ہے۔ کہ ہندوستان کے بہت سے شرما اور بہت سے ورما اور بہت سے چٹرجی اور بہت سے گھوش اور بنرجی وغیرہ آج لارڈ کرزن اور مسٹر مارلے وغیرہ پر بھی اعتراض کرنے کے قابل ہو سکے۔ اور اپنے سات آٹھ سو برس کے محسنوں اور آقاؤں کو بھی نکتہ چینی سے

نہ چھوڑا سے

یہ کیا رنگِ زمانہ ہے کہ کل تک سامنے میرے
جو کان اپنے پکڑتے تھے زبان میری پکڑتے ہیں

سب سے زیادہ افسوس اور حیرت اُس وقت ہوتی ہے۔ جب دیکھا جاتا ہے کہ خود نو تعلیم یافتہ مسلمان ہی اپنے اُن بزرگوں کے علوم و عقل کی تحقیر و تضحیک کرتے ہیں۔ جن کے نطفوں سے یہ کوٹ پتلون والے عالم وجود میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ براعظم افریقہ کے جس وسیع ریگستان یعنے صحرائے اعظم کے حالات معلوم کرنے کے لئے آجکل بڑے بڑے قافلے تیار ہوتے۔ اور ہزاروں لاکھوں روپے کے سامان مہیا کرنے کے بعد سفر کرتے اور پھر بھی ناکام ہی رہتے ہیں مسلمانوں کے نزدیک اس ریگستان کا سفر کرنا ایک معمولی سی بات تھی۔ جو جو حالات مسلمان سیاح اپنے سفرناموں میں لکھ چکے ہیں۔ اُس سے بڑھ چڑھ کر کوئی جدید تحقیق جو قابل تذکرہ ہو۔ ابتک نہیں ہوئی۔ فرنگستان یعنے یورپ کو سب سے پہلے اس بات کی خبر کہ ملک چین بھی دنیا میں کوئی ملک ہے اُس وقت ہوئی ہے۔ جبکہ ایک بصرہ کے مسلمان باشندے سلیمان نام نے اپنا چین کا سفرنامہ لکھا اور وہ یورپ والوں کی نظر سے گذرا۔ یہ گھڑیاں جو آجکل جنٹلمینوں کے کوٹ کی جیب میں رکھی ہوئی اپنی زنجیروں سے اُن کے ڈریس کی زینت ہو رہی ہیں۔ اور یہ کلاک جو بیرسٹروں کے کمروں کی آرائش بن رہے ہیں یہ سب مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ ہارون الرشید کے یہاں سے جو گھڑی شارلمین کے یہاں پہنچی تھی۔ اُس کے پرزوں کو شارلمین کے درباری ہاتھ بھی نہیں لگا سکے تھے۔ آجکل جو ہائی سکولوں اور کالجوں میں سائنس کے پروفیسر اپنے تجربوں اور واقفیتوں سے سائنس خوان طلبار کو محو حیرت بنا رہے ہیں۔ اُن کو شائد یہ خبر نہیں کہ اس موجودہ مغربی سائنس کا ۳/۴ حصہ صرف ایک مسلمان شخص کی تحقیق ہے۔ جو خراسان کا رہنے والا تھا۔ اور جس کا نام جابر تھا۔ اور جس کی صرف سائنس کے متعلق تصانیف ایک ہزار سے زیادہ کتابیں ہیں۔ اس کے علاوہ ابوبکر محمد بن زکریا رازی اور اور بہت سے مسلمان سائنسدان ایسے گذرے ہیں جو جابر سے کم نہیں ہیں۔ طب میں یہ میٹیریا میڈیکا یعنی قرابادین خاص مسلمانوں ہی کی ایجاد ہے۔ یہ باروت جس کو اب راجر بیکن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ درحقیقت مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ اور ساتویں صدی عیسوی تک یورپ قطعی بارود کے وجود سے بے خبر تھا۔ اور مسلمان برابر اُس کو استعمال کرتے تھے۔ توپ کے موجد بھی مسلمان ہی ہیں۔ مسلمانوں نے اپنی اس ایجاد یعنی توپ کا نام مدفع رکھا تھا۔

راقم

اکبر نجیب آبادی ثم قادیانی

مفید باتیں

—بچھو کے کاٹے کا بہترین علاج یہ ہے کہ جائے نیش پر روغن دارچینی بار بار لگاؤ۔ یا ایک مکھی پکڑ کر اُس جگہ مل دو۔

—بدہضمی کے مریضوں کا رنگ خاکی یا بھونسلا ہوتا ہے بھونسلی زرد رنگت خرابی جگر سے بھی پیدا ہوتی ہے۔ مناسب ہوا باقاعدہ ورزش اور مناسب غذا اس کا علاج ہے۔

—ہونٹوں کا سفید اور رنگت کا زرد ہونا علامت اس بات کی ہے۔ کہ جسم میں طاقت نہیں ہے۔ اور جسم بہت کمزور ہے۔

—بار بار عزم کرنے اور بار بار عزم کے فسخ کرنے سے رفتہ رفتہ آدمی بزدل ہو جاتا ہے۔

—ایک ڈاکٹر کہتا ہے۔ کہ فی صدی صرف پانچ آدمیوں کے دانت اچھی حالت میں رہتے ہیں۔ دانتوں کی جانی دشمن ترشی ہے۔ جو دانتوں کی نوک کے سخت مادہ انیمل کو کھا جاتی ہے۔

—عورت کو جب دردزہ ہوتا ہے تو اُس کے تین درجے ہوتے ہیں پہلے درجہ میں عورت چیخ چیخ کر روتی ہے۔ دوسرے درجہ میں

مایوس اور درماندہ مریضوں کو مژدہ

شربت مقوی اعصاب

اس شربت کے استعمال سے وہ قوی قوی ہو جاتے ہیں جن کی کمی سے مرد نامرد اور پورا ہونے سے مرد کہلاتا ہے۔ اور جب کثرت فواحشات اور مسکرات اور جوانی کی بدعنوانیاں آپکو بے وقت عین شباب میں لطف کی جگہ بے لطف کردیں۔ تو اس مرکب کو منگوا کر تجربہ کریں ہر میدان میں آپ ہی غالب رہیں گے۔ آپ چاہتے ہیں۔ کہ روزانہ ڈیوٹی و افکار مزید کی کثرت سے درماندہ نہ ہوں۔ اور پیری میں جوانی کے لطف اٹھائیں تو اس کو اپنی جیب میں رکھئے۔ یہ نامرد کو مرد۔ مرد کو جوان مرد بنا دیتا ہے۔ بزدل کو صاحب جرأت صاحب حوصلہ اور ممتاز ہونے کی طاقت بخشتا ہے۔ اعضاء رئیسہ۔ دل و دماغ۔ جگر اور معدہ کو درست کرتا ہے۔ ضعف کو دور کرکے طاقت ور بنا دیتا ہے۔ سستی کو دور کرکے چست بناتا ہے۔ اعصابی طاقت اور برقی رفتار اعصاب میں اس سے پیدا ہوتی ہے۔ جو لوگ بے وقت قوت صرف کر لیتے ہیں۔ اور زندگی کے واجبی مزوں سے قاصر رہ بیٹھتے ہیں وہ اس کے چند روزہ استعمال سے اپنی گم شدہ قوت کو واپس لاسکتے ہیں جب مثانہ کمزور ہو کر مادہ زندگی تباہ ہو گیا ہو۔ اور تھوڑے فکر و رنج سے حاجت ادرار ہو۔ دماغ میں خیالات بیہودہ کا ہجوم رہتا ہو۔ تو اس کے پینے سے دور ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ طبیعت شگفتہ ہو۔ اور امراض نہفتہ سے بچے رہیں۔ نیز وہ لوگ جن کو اپنے اعمال نے ٹھنڈا کر دیا ہو۔ یا بڑھاپا سدراہ مقصود ہو۔ تو وہ اس کی چند خوراک کا تجربہ کریں۔ شہادت میں وہ لوگ موجود ہیں۔ جو کامیاب ہو چکے ہیں اسکے استعمال سے حمل نرینہ قرار پاتا ہے قیمت فی بوتل چار روپے

طلائے نادر۔ اس کے خارجی استعمال سے مردہ عضلات زندہ ہو کر از سر نو طاقت جوانی پیدا ہوتی ہے۔ فی تولہ چار روپے۔

خوش لن۔ قابل دید ہے نہ شنید۔ در آمد درست آمد۔ در بیان عمل

سوزاک نو و قرحہ۔ گھنٹے میں تکلیف دہ علامات دور۔ درد۔ ریم۔ جلن سوزش کافور جسم میں طاقت و سرور حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ دوا قیمت درجہ اول صہ درجہ دوم سے۔

حب دافع آتشک۔ ان کے استعمال سے پانچ منٹ وقت و دست مرض دور عمر بھر کا خطرہ مٹ جاتا ہے۔ قیمت چار روپے۔

حکیم ڈاکٹر حاجی غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور

محب اطفال

دوسرا نام ہے جو

اسکاٹس امل شن

کو لاکھوں شفیق والدین نے اس خدمت کے صلہ میں دیا ہے جو اس نے ان کے بچوں کی تندرستی بحال اور بحال قوی کیا ہے۔ وہ ایسا خوش ذائقہ ہے کہ بچے اسے مزے سے پیتے ہیں۔ وہ بیمار بچوں کو تندرست و تندرست کو توانا بنا دیتا ہے۔ فروخت کیلئے سب دوا فروشوں کے ہاں موجود ہے۔ جس اس نشان ماہی گیر کا امل شن لو۔ جو انتخاب کے طریقہ ساخت کا نشان ہے ہاتھ سے نہیں چھوا جاتا۔

اسکاٹ اینڈ بون لمیٹڈ مینوفیکچرنگ کیمسٹس لنڈن

سامان ورزش کی رعایتی فہرست

کرکٹ بیٹ بہتر پیشاور کشمیر کی لکڑی عدہ ہینڈل کا کین اور ربڑ کے بنے ہوئے نہایت پائیدار قیمت ہے کرکٹ بیٹ سیدھے بلید اور کشمیری لکڑی عدہ ہینڈل کا کین اور ربڑ کے بنے ہوئے میچ کے لئے نہایت عمدہ قیمت ہے کرکٹ بیٹ لکڑی درجہ سوم کی ہوگی ہینڈل میں ربڑ اور کین قیمت ہے کرکٹ بیٹ لکڑی درجہ سوم کی ہوگی معمولی پریکٹس کے لئے بہ

بچوں کے کرکٹ بیٹ ۔ ۱۲ × ۱۳ کے واسطے درست ایک رکس ایک سال لکڑی

فٹ بال کیلئے فٹ بال نہایت عمدہ و کارآمد پائیدار و مضبوط نمبر

کرکٹ بال گیند نہایت عمدہ و مضبوط کے
کرکٹ بیٹ پر بگیں
فی کاپی

المشتہر

مستری نظام الدین ۔۔۔ سوداگر سامان کھیل سیالکوٹ

سرٹیفکیٹ ۔ السلام علیکم ۔ بیٹ و فٹ بال وغیرہ بھیجا ہے قابل تعریف پایا میں اسے کم خرچ و بالا نشین کا مصداق پاتا ہوں ۲۰ نیاز مند صابر علی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول سجانپور ۔ کانگڑہ

لاکھوں روپے کمانے کا سہل طریق

اگر آپ قوم و ملک کے واسطے لاکھوں روپیہ کمانا چاہتے ہیں۔ تو حکیم نور محمد صاحب پریذیڈنٹ نوری شفاخانہ مقام موکل ضلع لاہور کی ایجاد کردہ تریاق طاعون کی شیشیاں منگوا کر فروخت کریں جس کے کمیشن و منافع سے آپ مالا مال ہو سکتے ہیں۔ اس تریاق بے نظیر سریع الاثر و مجرب المجرب کی خاصیت ہے کہ بفضلہ تعالیٰ بطور حفظ ماتقدم استعمال کرنے سے طاعون و جملہ امراض وبائیہ سے امن رہتا ہے اگر بتلائے طاعون کے فوراً بخار شروع ہونے سے پہلے اس کے چند قطرات کھلائے جائیں اور تھوڑی ملاکر بدن پر مالش کی جائے تو سر درد بخار چند منٹ میں دور اور سرسام گلٹی کا خطرہ کافور اور تمام جسم میں راحت و سرور حاصل ہوگا۔ تمام مریضوں بالخصوص بچوں اور ان کے لئے جن کو بیہوشی یا بندش گلا کے باعث دوا حلق سے اترنا محال ہو جاتا ہے۔ یہ تریاق نعمت غیر مترقبہ ہے۔ تعمیم افادہ عام کیلئے بشرط حلفی اقرار بعدم افشائے راز اس کا بنانا بھی سکھا دیا جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی عا مگر ان اشخاص سے جو ایجنٹ ہوں گے یا سیکھنے کی غرض سے بغرض تجربہ منگائیں نصف قیمت لی جائیگی۔

نوٹ جو اخبار یہ اشتہار درج کرنا چاہیں نرخ اجرت سے مطلع فرمائیں۔

المشتہر

فتح الدین۔ کارخانہ تریاق طاعون مقام موکل۔ ضلع لاہور

سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری۔ مضمونوں کی تیز و طراری۔ مریضوں کی آہ و زاری آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے۔ لیکن ہمارا کام باتوں سے نہیں ہے ہم ہر دوا کا نمونہ مفت دیتے ہیں۔ اول آزمائش۔ پھر منگواؤ۔ بھلا اس میں بھی کچھ دھوکا ہے۔ قوائے متناسلہ کے متعلق ان دنوں مختلف قسم کی بدکاریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے۔ ہم نے امراض مخصوصہ کے علاج کے لئے یہ لاجواب معجون تیار کی ہے۔ جس کے چند روزہ استعمال سے امراض متعلقہ قوائے متناسلہ انشاء اللہ تعالیٰ فوراً دفع ہوں گے۔ اور ہر قسم کی شکایت کے لئے مفید ہوگا کام یہ نہیں ہے۔ کہ ہم لکھ مارتے ہیں۔ کہ جو ہزاروں سے تیار ہوئی ہیں اول نمونہ مفت منگائیے۔ پھر شفا ہو۔ طلب فرمائیے

قیمت فی بکس عمر

طلاء طلسمی۔ بہت سالوں سے اتلا اور جوانی کی بے اعتدالیاں اور غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہیں اور مریض کو بعض اوقات خودکشی تک نوبت پہنچا دیتی ہیں۔ ہمارے اس طلا طلسمی سے فائدہ اٹھائیں۔ اور معجون طلسمی کھائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ اس کو مفید پائیں گے

قیمت ۶ ماشہ دو روپے

سرمہ سلیمانی۔ آنکھوں کی کل بیماریوں کو رفع کرنے والا۔ اور بصارت کو بڑھانے والا۔ قیمت فی تولہ ۸

سنون دندان۔ دانتوں کی کل بیماریوں کو رفع کرکے دانت مثل موتی کے بنانا اسی سنون کا کام ہے قیمت فی بکس ۴ر

المشتہر

حکیم محمد حسین خلف حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ محمد بہ گوجرانوالہ ضلع

سیاحت نامہ

مندرجہ ذیل مضمون ۱۲ دسمبر ۱۹۰۸ء کا لکھا ہوا میرے پاس پڑا تھا آج حضرت ایڈیٹر صاحب الحکم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اس مضمون کا شان نزول یہ ہے کہ تاریخ مذکورہ پر حضرت اقدس صاحبزادہ والا تبار جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ایک جلسہ میں اپنے کئی خادموں کو حکم دیا کہ تم سب آج ہی ایک ایک مضمون ایسا لکھکر پیش کرو۔ جو سلسلہ کے اخبارات میں شایع کرنیکے قابل ہو اس حکم سے مدعا انکا صرف یہ تھا کہ ان لوگوں کو کسی طرح مضمون نگاری کی عادت ہو اور شاید اسطرح رفتہ رفتہ انکو سلسلہ کی قلمی امداد کی تحریک ہو سکے بہرحال وہ ایک جرنیلی حکم تھا۔ اور مخاطبین میں یہ عاجز بھی تھا میں تو اپنی بضاعت اور کوتاہ قلمی کو خوب جانتا تھا بہت سٹپٹایا اور ادھر ادھر بغلیں جھانکنے لگا تعمیل ارشاد مرشد بھی چونکہ ضروری تھی اسلیئے اسی ادھیڑ بن میں کہ کیا لکھوں اور کس قسم کا مضمون لکھوں نوعمروں کے ایک گروہ کے ساتھ ہولیا اور بستی سے باہر چلا گیا اور اس سیاحت ہی میں مضمون کے لکھنے کی صورت پیدا ہو گئی آتے ہی مضمون لکھا اور اپنے مخدوم و مقتدا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اسکی ابتدائی رف کاپی اب حضرت ایڈیٹر صاحب الحکم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں یہ مضمون اگرچہ ناظرین الحکم کی دلچسپی کا باعث نہیں ہو سکتا لیکن چونکہ بعض تاریخی اور قیمتی باتیں جو قادیان اور مسیح موعود کے خاندان سے متعلق ہیں اپنے پہلو میں لیئے ہوئے ہے اسلیئے اسکا اخبار میں درج ہو جانا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محفوظ ہے یہ بھی ممکن ہے کہ بعض احباب اسکے مطالعہ سے بہت ہی خوش ہوں وہ مضمون یہ ہے :-

آج بتاریخ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۸ء چونکہ اسکول میں تعطیل تھی اور کسوف کا موسم ہے فرصت اسلیئے عاجز نے معہ اپنے نوجوان دوستوں کے جنمیں اکثر میرے شاگرد یعنی اسکول کے طالبعلم ہیں اور جن کے نام یہ ہیں۔ صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب۔ عبد الغنی صاحب بابو بشیر احمد صاحب فخر الدین صاحب محمد شفیع صاحب۔ غلام رسول صاحب، قادیان سے باہر سیر کے لئے جانیکا قصد کیا۔ ہم سب قادیان سے جانب مشرق جاتے جاتے ڈیڑھ ہی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں کے قریب پہونچے جہاں ہمکو دور ہی سے ایک اونچا اور کچا قلعہ نظر آنے لگا میرے شوق کی کسی نے مخالفت نہ کی یعنے ہم سب پرانے قلعہ پر جو اب ایک مٹی کا ڈھیر ہے چڑھ گئے معلوم ہوا کہ یہ نہایت چھوٹا مگر بلند قلعہ کسی شخص نے بنایا ہو گا اور اب امتداد زمانہ سے اسکی مٹی بہ بہ کر اسکے اندر جمع ہو گئی ہے جس نے اسکی اندرونی سطح کو بہت بلند کر دیا ہے اور باہر کی جانب چاروں طرف ایک سلامی پیدا ہو گئی ہے اندر ایک پختہ کنواں بھی بنا ہوا ہے جس میں ایک پتھر پر ناگری میں کتبہ کندہ ہے لیکن اس کتبہ کو ہم لوگ اچھی طرح حروف کے نمایاں نہ ہونیکے باعث پڑھ نہ سکے یہ قلعہ تقریباً تیس چالیس گز طویل اور اسی قدر عریض ہے سطح زمین سے اونچائی اب غالباً بیس پچیس فٹ ہو گی چاروں کونوں پر برج اپنی اصلی حالت میں نہایت شاندار ہونگے پہلی ہی نظر میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انہیں گڑھیوں میں سے ایک گڑھی ہے۔ جو سکھوں کی طایف الملوکی میں پنجاب کے اکثر مواضعات میں معمولی زمینداروں نے بھی اپنی حفاظت کے لیئے بنائی تھیں میں نے اپنے ایک رفیق فخر الدین سے کہا کہ اس قلعہ کے متعلق کچھ زیادہ تاریخی حالات معلوم کرنیکے لیئے اگر کوئی شخص یہاں مل سکے تو میرا جی چاہتا ہے کہ اس سے ملاقات کروں چنانچہ وہ ہمکو اسی قلعہ پر بیٹھا ہوا چھوڑ کر فوراً نیچے گاؤں میں (جو قلعہ کے دامن میں جانب جنوب و مشرق آباد ہے) گئے اور وہاں سے ایک بوڑھے شخص کو بہت جلد اپنے ہمراہ لیکر واپس آئے اس بوڑھے شخص نے کہا کہ یہاں ایک شخص مجھ سے بھی زیادہ عمر کا موجود ہے اسکے پاس چلو تمکو وہ بڑی بڑی عجیب باتیں سنا سکتا ہے چنانچہ ہم لوگ اسی کی رہبری سے گاؤں کے ایک معمولی مکان میں پہونچے جہاں چارپائی کے اوپر ایک شخص اپنا موٹے اور سادے کپڑے کا لحاف اوڑھے ہوئے ایسے آرام سے لیٹا تھا کہ بادشاہوں کو بھی اپنے قیمتی اور پر تکلف بستروں پر یہ آرام نصیب نہ ہوتا ہو گا اسکے برابر ہی نصف کمرہ میں پرال کا نہایت گدگدا اور آرام دہ بستر تھا جسکی خوبی کو شہر کے پر تکلف پلنگوں اور کوٹھیوں میں رہنے والے جنٹلمین ہرگز نہیں سمجھ سکتے یہ فرش کاشانی مخمل کے گدوں سے زیادہ آرام دہ تھا ہم سب اسی سادہ اور راحت بخش بستر پر بے تکلف جاکر بیٹھ گئے بوڑھا میزبان اپنے ناخواندہ مہمانوں سے خلاف امید بتواضع پیش آیا ہمنے بہت سے سوالات کیے اور بوڑھے دہقان نے کشادہ پیشانی جواب دیا میں چونکہ پنجابی زبان اور بالخصوص غیر تعلیم یافتہ دہقانوں کی پنجابی تو بالکل ہی نہیں سمجھ سکتا اسلیئے فخر الدین صاحب اور دوسرے احباب نے میرے اور دہقان کے درمیان ترجمانی کا کام بڑی قابلیت سے انجام دیا دہقان سے جو جو باتیں معلوم ہوئیں انکا خلاصہ یہ ہے کہ بڈھا دہقان ایکسو گیارہ برساتیں اور ایکسو گیارہ گرمیاں اور ایکسو گیارہ جاڑے کے موسم دیکھ چکا ہے اور نام چھتا ہے اتنی بڑی عمر کے آدمی کا دیکھنا ہی ہمارے لیئے کافی مسرت کا باعث اور ہماری کوشش کا امید سے بڑھکر معاوضہ تھا پھر جو کچھ ہماری مفید معلومات میں اضافہ ہوا اور جو درج ذیل ہے وہ مزید براں اس گاؤں کا نام بسراواں ہے جو تقریباً چھ سو سال سے آباد ہے اس گاؤں کے [illegible] کرنیوالے بسراں قوم کے تین بھائی تھے جن میں سے ایک کا نام کالو تھا ان تین بھائیوں میں دو تو ہندو رہے اور ایک مسلمان ہو گیا تھا اسی مسلمان بھائی کی اولاد اب اس گاؤں کی نصف آبادی ہے جن میں سے ایک چھتا ہمارا جدید اور بوڑھا عنایت فرما بھی ہے باقی نصف آبادی جو ہندو ہے وہ ان دونوں ہندو بھائیوں کی اولاد ہے سکھوں کی طایف الملوکی کے زمانہ میں اول تو بھنگی مسل کے قبضہ میں رہا لیکن پھر رام گڑھیوں کے قبضہ میں آگیا اسلیئے چھتا کو چار حکومتوں کے دور دورے دیکھنے پڑے۔ اول بھنگی مسل دوم رام گڑھیا مسل سوم رنجیت سنگھ چہارم انگریز اس قلعہ یا گڑھی کو رام گڑھیا والوں نے بنایا۔ اس وقت چھتا نوعمر تھا اس مقام پر پیپل کے درخت بکثرت کھڑے تھے گڑھی بنانیکے لیئے جب یہ مقام تجویز ہوا تو ان درختوں کو کاٹ کر اور جڑھ سے اکھیڑ کر پھینکدیا گیا ان پیپلوں کے کاٹنے میں جو لوگ گاؤں سے بیگار میں پکڑے گئے تھے انہیں سے ایک ہمارا دوست چھتا بھی تھا جس نے پیپل کا صرف ایکدرخت کاٹا تھا۔ اور اسکی جڑھ بھی زمین کھود کر ہمارے دوست ہی کو نکالنی پڑی تھی یہ تمام درخت اکیس دن تک کٹے ہوئے علیحدہ پڑے رہے تھے۔ اور قریب تھا کہ انکی لکڑیاں توڑ توڑ کر سکھ سرداروں کی رسوئی پکانیکے لیئے جلائی جائیں کہ بٹالہ کے چند ہندوؤں نے انکے عوض میں بہت سی ہیزم سوختنی یہاں پہنچا دیں اور پیپل کے درختوں کو گاڑیوں میں بھر بھر کر بٹالہ لے گئے اور پھر خدا جانے وہاں لیجا کر انکو کیا کیا؟ جس سردار نے اس قلعہ کو بنایا اسکا نام جودھ سنگھ تھا

اور نوے گاؤں اسکے قبضہ مین تھے اس قلعہ کے بنانے کے لیئے ہر ایک گاؤں سے چالیس چالیس یا پچاس پچاس آدمی بیگار مین پکڑ کر لائے جاتے تھے جو وہ سنگھ کی اولاد ابتک قادیان مین رہتی ہے اور وہ لوگ کنگھیان بنلتے ہین۔ ؎

چشم عبرت بین کشادہ حال شاہان را نگر
تا چسان از گردش گردون گردان شد خراب
پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت
بوم نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

سکھوں کے زمانہ مین کوئی قانون نہیں تھا اور جرایم کے لیئے مقررہ سزائیں نہ تھین مثلاً چوری کی سزا مین کبھی ناک کاٹ لیتے تھے کبھی چور کو قید مین رکھکر ایسی روٹی کھانیکو دیتے تھے جس مین نصف آٹا اور نصف نمک ہوتا تھا کبھی کسی رسی مین باندھکر کسی درخت کی شاخ مین سیدھا یا الٹا لٹکا دیتے تھے وغیرہ چغتا نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ قادیان کے مرزا غلام مرتضیٰ علیہ الرحمۃ کے باپ سے میرے دادا کی بڑی ملاقات تھی چغتا سے بہت تک باتین ہوئی تھین کہ اسی گاؤن کا رہنے والا ایک دوسرا ساٹھ ستر برس کی عمر کا بوڑھا شخص سردارا نام جو چغتا کا ہم قوم ہی تہا۔ آیا یہ شخص چونکہ ایسی گفتگو کرتا تھا کہ جسکو مین بہی کسی قدر سمجھہ سکون اسلیئے مین اسکی طرف مخاطب ہوا سردارا کو جب اس قسم کی باتیں سنانیکا موقع دیا گیا تو ہمارا مہربان چغتا خاموش ہو گیا اسکے بالمواجہ سردارا نے جو باتین کین اور گاؤں کے دو تین موجودہ آدمیوں نے بہی اسکی باتونکی تصدیق کی انکا خلاصہ یہ ہے کہ بسراؤں والوں نے قدیم زمانہ مین قادیان کے ایک مرزا صاحب (جو غالباً مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے باپ یا دادا تھے) کے ساتھ بڑا دھوکہ کیا اور دوستی کی آڑ مین انکے ساتھ دشمنی کرنے اور انکو تباہ کرنے مین کمی نہین کی یہاں کے لوگ قادیان کے مرزا صاحب کی بدخواہی کرکے سکھوں کے حضور اپنے آپکو متقرب بنانے کی کوشش کیا کرتے تھے چنانچہ مرزا صاحب کو انھون نے ایکمرتبہ دھوکے سے سکھوں کے پنجہ مین پھنسا دیا تھا کہ انکی جان و مال و آبرو کی بظاہر خیر نہیں معلوم ہوتی تھی لیکن ڈوگروں نے جو سکھونکی سلطنت مین ایک رکن رکین اور زبردست طاقت سمجھے جاتے تھے مرزا صاحب کی بڑی مدد کی اور صاف کہدیا کہ اگر مرزا صاحب کا بال بہی بانکا ہوا تو ہم پھر اچھی طرح سکھونکی مرمت کرینگے اسی ہنگامہ مین مرزا صاحب یہاں سے بخیر و عافیت قادیان کو چھوڑ کر بیگووال تشریف لیگئے تھے جہان انکے قیام کے نشانات اور مکانات کے آثار ابتک بہی موجود ہین۔

پھر سکھوں کے آخری اور شاندار زمانہ مین ایک نہایت عظیم الشان اور حیرت انگیز واقعہ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے ساتھ ظہور مین آیا وہ یہ کہ شیر سنگھ پسر رنجیت سنگھ تقریباً شکار اس طرف کو نکل آیا اور بسراواں کے اسی قلعہ مین قیام کیا یہاں بہت سے واقعہ پسند اور دامن کوہ کے حاسد اور خوشامدی باشندوں نے شیر سنگھ کے کان بھرنے شروع کئے کہ قادیان کے مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے یہاں سے لیکر بٹالہ تک تمام علاقہ کو دق کر رکہا ہے اور لوگوں پر بڑی زیادتیاں اور ظالمانہ حکومت کرتے ہین اگلے دن صبح کو جب مرزا صاحب ملاقات کے لئے شیر سنگھ کے پاس آئے تو معمولی باتوں اور ملاقات کے بعد شیر سنگھ مرزا صاحب کے ہاتھ مین ہاتھ ڈالے ہوئے ٹہلتا ہوا اپنے قیام گاہ سے دور چلا گیا۔ اور وہاں تنہائی مین مرزا صاحب کو کہا کہ مینے سنا ہے کہ لوگوں پر آپ ظلم و تشدد بہت کرتے ہیں مرزا صاحب نے یہ سن کر غضب اور جوش کیساتھ فوراً میان سے تلوار نکال لی اور کہا کہ وہ کون شخص ہے جو مجھپر یہ بہتان لگاتا ہے شیر سنگھ پر اسوقت مرزا صاحب کا کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ اس نے ہنسکر اور پیرایہ بدل کر کہا کہ پھر ہم نے بہی تو کہنے والے کی بات کا یقین نہین کیا آپ اسقدر ناراض کیوں ہوتے ہیں اسوقت تو بات ختم ہو گئی لیکن شام کے وقت شیر سنگھ نے اپنے ملازمونکو حکم دیا کہ مرزا صاحب قادیان کو واپس نہ جانے پائیں اور کل صبح ہمارے سامنے انکا مقدمہ پیش کیا جائے یہ خبر کسی ذریعہ سے فوراً مرزا صاحب کو بہی معلوم ہو گئی وہ اسیوقت اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے مکان کو قادیان چلے گئے اور سکھ لوگ اپنا منصوبہ پورا نہ کر سکے صبح کو شیر سنگھ سے کہا گیا کہ مرزا صاحب تو قادیان چلے گئے اور اب بدون عظیم الشان کشت و خون کے انکا ہاتھ آنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے شیر سنگھ نے کہا خیر اسوقت ہم کچھ نہین کہتے لاہور جاکر ان کو وہین طلب کرینگے اور اچھی طرح مزا چکھا دینگے۔ شیر سنگھ لاہور پہنچا اور اگلے ہی دن سندھیا نوالیون کے ہاتھ سے سینہ پر گولی کھاکر راہی ملک عدم ہوا مرزا صاحب کو کسی نے نہ پوچھا کہ تمہارے منہ مین کے دانت ہین۔ اس کو اعجاز سمجھو یا اتفاقات زمانہ مین شمار کرو مرزا غلام مرتضیٰ صاحب وجیہ انسان تھے اور جسقدر جلد انکو غصہ آتا تھا اسی قدر جلد عفو اور رحم کی جانب بہی مایل ہو جاتے تھے یہ بہی لکھنا ضروری ہے کہ ہمارا دوست چغتا باوجود اسقدر پرانا آدمی ہونے کے ابھی تک پچاس برس کی عمر کے آدمی کی مانند چاق و تندرست معلوم ہوتا ہے سماعت و بصارت مین کوئی فرق ابتک نہین آیا لیکن دانتوں نے البتہ بیوفائی دکھائی ہے اور منہ مین زبان کو تنہا چھوڑ کر صاف جواب دیکر چلتے بنے ہین جوانی کے عالم مین ہمارا دوست یقیناً ہی کہ ایک طرحدار اور خوبصورت آدمی ہو گا کیونکہ چغتا کرہ زمین کے بادپا کی پشت پر بیٹھا ہوا ایکسو گیارہ مرتبہ آفتاب کے گرد طواف کر چکا ہے پھر بہی زمین کے ایک گیارہ دورے ہمارے دوست کی شکل و شمائل اور چہرہ کے رنگ و روغن کو بگاڑ کر بدنما اور کریہہ منظر نہین بنا سکے ہیں ہمارا دوسرا دوست سردارا تو اچھا خاصا ہٹا کٹا آدمی ہے اور ڈاڑہی کو مہندی لگا کر سرخ رہتا ہے ہم لوگ تقریباً نصف گھنٹہ وہاں بیٹھے پھر اٹھکر سیدھے قادیان چلے آئے ہم لوگوں کے قادیان سے روانہ ہونے اور واپس آجانے مین ڈیڑھ یا زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے صرف ہوئے اس تھوڑے سے وقت چھوٹے سے سفر مین قابل تذکرہ باتیں اسی قدر تہیں جو لکھی گئیں۔ والسلام

(راقم - اکبر نجیب آبادی)

زندہ اور مردہ زبان

دہلی میں بارہ برس رہے اور بھاڑ جھونکا یہ مثل کہیں اور صادق آتی ہو۔ یا نہ آتی ہو۔ مگر اردو جرنلزم (اخبار نویسی) میں ایسے لکھے پڑھے لوگوں کی کمی نہیں جن پر مثل مذکور ہر طرح صادق آرہی ہے۔

جو لوگ دوسروں کی اصلاح و ریفارم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ افسوس کہ چند مستثنیات کے سوا وہ سب سے زیادہ محتاج اصلاح ہیں ؎

کیا فائدہ نصیحت ناسود مند کا
کیا خوب پندگو ہی ہے محتاج پند کا

ان نادان ناصحوں کی تحریر سے کسی معلومات میں اضافہ ناممکن ہاں غم و غصہ پیچ و تاب۔ وحشت و رسید گی کا بڑھ جانا یقینی۔

ہم ذیل اشخاص بازٹیل اخبارات کی تحریریں اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش نہ کریں گے۔ بلکہ بہادر قوم راجپوت کے واحد ارگن راجپوت گزٹ کی ایک نفیس تحریر کا آخری حصہ درج کر کے اپنے تمخ و ناگوار مگر صحیح و درست دعویٰ کی تصدیق ناظرین سے چاہیں گے۔

یہ معزز و مشہور اخبار جو صلح کل ہونے کا بھی مدعی بنتا ہے یوں رقمطراز ہے :۔

"گورنمنٹ کی یہ تجویز نہایت معقول اور اس کا اہتمام بہت مناسب ہے۔ علم سنسکرت کے لئے تین وظایف اور عربی کے لئے ایک وظیفہ کا دینا ہندو اور مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے بالکل درست ہے۔ کیونکہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں بھی ⅓ کی نسبت موجود ہے۔ مسلمانوں کی آبادی قریب ۷ کروڑ ہے۔ اور ہندو اکیس کروڑ سے بھی زائد ہیں۔ اس لحاظ سے بھی یہ نسبت موزون ہے۔ اور اس وجہ سے بھی ضروری ہے۔ کہ سنسکرت نہایت پُرانی اور دُنیا بھر میں سب سے پُرانی۔ فصیح۔ مکمل اور علمی خزائن سے بھری ہوئی زبان ہے۔ اس کو جسقدر ترقی دی جائے۔ اور جتنی اُس کی تحقیقات کی جائے۔ اُتنا ہی قدیم مشرقی علوم و فنون کے معلومات حاصل کرنے میں کامیابی ہو گی۔

برعکس اس کے عربی ان خوبیوں سے خالی ہونے کے علاوہ کہ جو ام العلوم سنسکرت میں موجود ہیں مکمل زبان بھی ہے۔ جس صورت میں یہ مکمل زبان ہی نہیں۔ ایسی حالت میں اس کی کسی تحقیقات وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔ یہ کل کی بنی ہوئی زبان ہے۔ اور سنسکرت کو دو لاکھ سال کے قریب سال گذر چکے ہیں۔

چند مسلمان اخبارات یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ سنسکرت کے لئے تین وظائف کیوں ملے۔ اور عربی کے لئے ایک وظیفہ کیوں تجویز کیا گیا۔ انکی بالکل غلطی ہے۔ وہ عربی کو ایک زندہ زبان بتلاتے ہیں۔ لیکن پہلے وہ عربی زبان کو مکمل زبان تو بنائیں۔ جب وہ مکمل زبان ہی نہیں۔ تو زندہ زبان کس طرح ہو سکتی ہے۔ غالباً اس کے جواب میں ہمارے اسلامی ہمعصروں کی زبان لال ہو جائیگی"

ہم کو سنسکرت کے زائد وظیفوں پر مطلق اعتراض نہیں۔ خالص سنسکرت کسی ملک یا حصہ ملک میں رائج نہیں۔ ہندوؤں کی غفلت اس کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا چکی ہے۔ اس کے اخبار و رسائل جو کسی زندہ زبان کا نشان ہیں۔ شاذ و نادر ہی جاری ہوں گے۔

اس صورت میں وہ زندہ ہے تو زندہ درگور۔ اور مردہ ہے تو باوصف عقیدہ تناسخ دوبارہ زندگی سے مایوس۔ تاریخی اعتبار سے وہ اس قدر گری ہوئی ہے۔ کہ مہابھارت جیسی مشہور تاریخی کتاب کے بہت سے واقعات سے سماجی صاحبان انکار رہے ہیں۔ اُس کے خزائن و دفائن کا بجز قصہ کہانیوں یا مبالغہ آمیز نظموں کے علمی و عملی حیثیت سے کہیں پتہ نہیں۔

اس لئے وہ سب سے زیادہ امداد کی محتاج تھی۔ اور گورنمنٹ نے بہت ہی مناسب کیا۔ جو زائد وظائف دیکر اس کو معدوم ہونے سے بچایا۔

سنسکرت جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے اگر درحقیقت ام العلوم ہے۔ تو اُس کی وسعت سے دُنیا کو بے نظیر فوائد ہوں گے اور عیسائی و مسلمان بھی ان فوائد سے محروم نہ رہیں گے۔

ممکن ہے کہ پھر شکتی بان اور گانڈیو دہنش (ایک خاص کمان کا نام ہے) کی دریافت سے موجودہ فن حرب کا نقشہ بدل جائے۔ اور ہم جرمن کی تسخیر باد کو حیران کر دیں ممکن ہے کہ دریائے گنگ جیسے طبعی و قدرتی دریا کے نکالنے کا کوئی انوکھا طریق دُنیا کو معلوم ہو جائے۔ اور جن نامعلوم طریقوں سے وہ گنگوتری سے سندربن تک پہنچایا گیا ہے۔ ماہرین فن اُس پر خندہ زنی کرنا چھوڑ دیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

در صورت دیگر اگر یہ محض یاروں کے ڈھکوسلے ہیں تو صحیح علم آئندہ تمام طلسموں کو درہم و برہم کر دیگا۔ اور سنسکرت اپنی خد و خال میں دُنیا سے روشناس ہونے کے قابل ہو جائے گی۔

اس کے باکمالوں اور عالموں نے اپنے اپنے وقت میں جو کار نمایاں کئے ہیں۔ وہ مبالغہ اور غلو سے پاک و صاف ہو کر مہذب دُنیا کے روبرو آجائیں گے۔ زبان نے جس طرح رفتہ رفتہ ترقی کی ہے۔ اور قدیم ایرانی سے جو کچھ حاصل کیا ہے۔ اس پر ایک حد تک روشنی پڑ سکیگی۔

سوسے زائد گم شدہ ویدوں کا ملنا گو ممکن نہ ہو گا مگر موجودہ چاروں وید کا زمانہ تصنیف ان کے طرز بیان و زبان سے معلوم ہو جاویگا۔ غرض ان وجوہ و اسباب سے سنسکرت کو تین وظائف بلکہ اس سے زائد ملنے کی ضرورت تھی۔

برخلاف اس کے عربی زبان زندہ زبان ہے۔ عرب شام۔ مراکو اور مصر اور افریقہ کے بعض دیگر حصوں میں لکھی اور بولی جاتی ہے۔

مصر۔ شام۔ امریکہ۔ پیرس وغیرہ سے اس کے اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں۔ اُس کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے حیرت انگیز ناولوں اور دور از کار قصوں کی ضرورت نہیں۔

قدیم یورپ اس کے احسان کا معترف اور زمانہ حال

کے نامور مستشرقین اُس کی تحصیل و تکمیل میں مصروف ہیں۔ یعنی جو کام گورنمنٹ کے وظیفے سے حاصل ہو سکتا ہے اُس کا بڑا حصہ خود بخود حاصل ہو رہا ہے۔

پس مسلمانانِ ہند کے فائدے کے لئے ایک وظیفہ جو گورنمنٹ نے دیا ہے۔ وہ کافی ہے۔ جس میں اگر ضرورت ہو توسیع ممکن ہے۔ بجٹ میں گنجائش نہ ہو تو وظیفہ بند کیا جا سکتا ہے۔

غرض ہمارے نزدیک یہ مردم شماری اور قومی حقوق کا سوال نہیں۔ بلکہ گورنمنٹ نے محض ترویج علوم کے خیال سے وظائف مقرر کئے ہیں۔ جس کا ہر شخص کو شکر گذار ہونا چاہئے۔

ہمیں امید ہے۔ کہ اُس کی فیاضی صرف عربی و سنسکرت تک محدود نہ رہے گی۔ بلکہ فارسی و پالی وغیرہ کے لئے وظائف مقرر ہوں گے۔ تاکہ ان زبانوں کی تحصیل و تکمیل کا شوق بھی ملک میں پیدا ہو۔

ان وظائف کے مقرر کرتے ہوئے کسی زبان کے زندہ و مُردہ یا جدید و قدیم ہونے کا سوال پیدا نہ ہوگا۔ بلکہ اس کے علمی و عملی ذخیرہ کا سوال کیا جائیگا۔

ہمیں یقین ہے کہ گورنمنٹ کی قوت متخیلہ ابھی اس قدر بلند پرواز نہیں۔ کہ وہ کسی زبان کو زندہ یا علمی سمجھنے کے لئے دو ارب برس کی شرط کو ضروری تصور کرے۔ اس شرط کو لازمی سمجھنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ (سنسکرت کے سوا) دُنیا میں کوئی زبان دو ارب برس کی نہیں لہٰذا وہ مکمل نہیں اور مکمل نہیں تو زندہ نہیں اور زندہ نہیں تو رائج نہیں۔

یعنی اس وقت تمام کرہ ارض پر علمی یا زندہ زبان کے اعتبار سے کوئی زبان ہی نہیں!!۔ اور دُنیا کے تمام علمی و عملی کاروبار صرف زبان سنسکرت میں ہو رہے ہیں۔ گو زبان سنسکرت خود رائج نہیں!!! ؏

زہن کا ذکر کیا یہاں سر ہی غائب ہے گریباں سے

گویا۔ جرمن۔ فرینچ۔ انگلش۔ عربک۔ پرشین وغیرہ زبانیں موجود نہیں۔ اور راجپوت گزٹ کے علی الاعلان کو موجودہ مان لیں۔ تو وہ صرف بولیاں ہی ہیں۔

سبحان اللہ۔ کس قدر عمدہ طریق استدلال ہے۔ اور کیسے صحیح نتائج اُس سے نکل رہے ہیں۔ جو سنسکرت کی پیدائش سے بھی زیادہ عجیب ہیں۔

اس شاعرانہ خیال کے اظہار نے جو معیار زندگی و موت کا قرار دیا ہے۔ کوئی زیرک اُس سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ تمام دُنیا جاپانیوں کو باوجود پست قد ہونے کے ایک زندہ قوم سمجھ رہی ہے اور لنکا کے قدیم برہمنوں کو مردہ۔ گو ان میں سے ہر ایک کا قد ۵۲ گز کا ہو۔ اور گو راجپوت گزٹ کے مذہبی مقتدا مہاراجہ راون کا قد ۵۲ ہزار گز کا بھی مان لیا جائے۔

اسی طرح ایک جاہل و کم مایہ پیر فرتوت کو محض درازی عمر کی وجہ سے کسی ہونہار گریجویٹ پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ اور ایک دقیانوسی چھکڑا موٹر کار پر کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔

پس سنسکرت بھی محض بوجہ اپنی قدامت یا دو ارب برس کی فرسودگی کے دیگر زبانوں پر کوئی فوقیت نہیں رکھتی۔ ہاں۔ اگر وہ علوم و فنون کا سرچشمہ اور حکمت و فلسفہ کا مخزن ثابت ہو جائے۔ تو کون شخص ہے۔ جو اس کی بزرگی سے انکار کرے گا۔

کسی زبان کے زندہ یا مردہ ہونے کا مسئلہ ایسا مشکل نہیں۔ جس کو راجپوت گزٹ نہ جانتا ہو۔ گو وہ مسلمانوں سے تنفر اور عربی سے تعصّب رکھنے کی وجہ سے اگر دیدہ و دانستہ انجان بن جائے۔ تو اس کا کیا علاج ؏

میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے

اگر کل وہ کمی عمر کی وجہ سے خود کو مردہ بتلائے۔ اور اپنے مرحوم و مغفور پردادا کو زندہ کہنے لگے۔ تو سوائے خاموشی کے اس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔

الحاصل ہمارے مہربان کی انوکھی منطق سے اسلامی ہمعصروں کی زبان لال تو کیا ہوتی۔ مگر ہنستے ہنستے چہرہ سرخ ہو گیا ہے اور وہ سنسکرت کی فضیلت پر چوں و چرا کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ طریق استدلال انہی کی تعلیم کا نتیجہ ہوا۔!!!

راقم
سید محمد
از البشیر

ملتان میں پلیگ

ملتان جو اب تک پلیگ سے محفوظ تھا۔ اس موسم میں بیطرح طاعون کے چنگل میں گرفتار ہوا ہے۔ گذشتہ سالوں میں اگرچہ پنجاب کے دیگر اضلاع میں وبائے مذکور نے عام طور پر موت کا بازار گرم کر دیا تھا۔ مگر ملتان اس کے شر سے بچا رہا۔ اس سے بعض اشخاص کو یہ خیال پیدا ہو چلا تھا۔ کہ ملتان کی سرزمین میں یہ خاصیت ہے۔ کہ اُس کی سرزمین میں طاعونی جراثیم نشو و نما نہیں پا سکتے۔ اب اس تھیوری کی غلطی بھی ثابت ہو گئی۔ اور ملتان میں کئی ہفتوں سے پلیگ سخت آفت بپا کر رہا ہے۔ شہر اگرچہ بالکل خالی پڑا ہے۔ اور لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ لیکن پھر بھی باقی ماندہ تھوڑے سے آدمیوں میں پندرہ بیس اموات روزانہ ہو جاتی ہیں (اے ملتانی مخالفو! تم جو کہتے تھے کہ مسیح موعودؑ کے بعد طاعون بھی جاتا رہا۔ اور اب دُنیا چین سے ہے ذرا سوچو اور بتاؤ کہ کیا تم اب چین سے بسر کر رہے ہو؟)

ایران

تمام ملک ایران میں طائف الملوکی اور طوفان بے تمیزی برپا ہے۔ دستوری خواہ جماعت جابجا شاہی حکام و عمال کو بے دخل کر کے خود قبضہ کرتی جاتی ہے۔ خزانہ خالی پڑا ہے بکلاہ سامان سلطنت کے بیع و رہن سے گذر اوقات کر رہے ہیں جو کچھ ٹوٹے پھوٹے سپاہی اور ماتگی بیکار بہم پہنچتی ہے۔ اُس کو تبریز کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کرتے ہیں اور یہ شاہی فوجیں ہمیشہ صدائے گنبد کی طرح تبریز سے ناکام واپس لوٹتی ہیں۔ ہر شخص اپنی ڈیڑھ چاول کی کھچڑی جدا ہی پکا رہا ہے۔ نہ کوئی قانون ہے۔ نہ کوئی انتظام۔ غرضکہ اس وقت ایران کی گورنمنٹ دُنیا کی بدترین حکومت کا نمونہ ہے۔!

حضرت کرشنؑ کے متعلق بعض بزرگانِ اسلام کی رائے

حضرت مظہر جان جاناںؒ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے اوستاد حاجی محمد افضل صاحب کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ مینے خواب مین دیکھا ہے کہ ایک جنگل آگ سے بھرا ہوا ہے اور کرشن آگ کے اندر ہے اور رامچندر اس آگ کے کنارے پر ہے ایک شخص جھٹ اسکی تعبیر مین بول اٹھا کہ وہ دونون آگ مین عذاب پاتے ہین مینے کہا کہ اس کی تعبیر اور بھی ہے اگلے لوگوں مین کسی شخص کو معین کر کر برا کہدینا درست نہین ہے جب تک اسکا کفر شریعت سے ثابت نہ ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وان من امة الا خلا فیھا نذیر یعنے کوئی بستی ایسی نہین جسمین ڈرانیوالا نہ گذرا ہو بس ظاہر ہے کہ ان لوگوں مین بھی کوئی نذیر و بشیر ضرور گزرا ہوگا میرا تو گمان ہے کہ یہ لوگ نبی ہونگے یا ولی رامچندر شروع مین پیدا ہوئے اس وقت عمرین لمبی اور طاقتین زیادہ تھین وہ اپنے زمانہ کے لوگونکو آہستہ آہستہ اللہ کی راہ پر لے چلتے تھے کرشن ہندوں کے بزرگوں مین پچھلے ہین اسوقت اگلے زمانہ سے عمرین چھوٹی اور طاقتین کمزور تھین انہوں نے اپنے وقت کے لوگوں کے دلونکو یکایک اللہ کی طرف کھینچ لیا گانے کی کثرت جو کرشن جی سے لوگوں نے روایت کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوق اور شوق اور دل کو اللہ کی طرف کھینچ لیجانا ان مین بہت تھا اللہ کے عشق اور محبت کی گرمیاں آگ کے جنگل کی صورت مین ظاہر ہوتی کرشن جی جو اللہ کے عشق اور محبت کے مزوں میں ڈوبے ہوئے تھے وہ اس آگ کے اندر دکھائی دئے اور رامچندر جو آہستہ آہستہ اللہ کی محبت کی راہ مین چلتے تھے۔ وہ اس آگ کے کنارہ پر دکھائی دئے میرے اوستاد حاجی صاحب نے اس بات کو پسند کیا اور اس تعبیر سے بہت خوش ہوئے انہین حاجی محمد افضل صاحب کے مرید اور جانشین ابو صالح خاں کا تذکرہ شاہ غلام علی صاحب لکھتے ہین وہ لکھتے ہین کہ ابو صالح خاں متھرا کی زمین مین گئے تھے انکو وہاں کسی کام کے لئے سوروپیہ کی سخت ضرورت تھی ایکدن راتکو تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص ظاہر ہوئی انکی صورت ایسی تھی جیسے کرشن جی کی صورت ہندو لوگ بیان کرتے ہین انہوں نے ابو صالح خان کو سلام کیا اور روپیہ آگے رکھدیئے حاجی صاحب بولے کہ ٹھہرو مین نماز پڑھ لوں بعد نماز کے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے جوابدیا کہ کرشن ہے اور یہ سات روپیہ آپکی ضیافت کیلئے ہیں کیونکہ آپ ہماری زمین مین آئے ہیں۔ ابو صالح خاں نے جوابدیا کہ مین محمدی ہوں اور ہمارے پیغمبر جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ہماری حاجتوں اور مرادوں کے لئے کافی ہے ہم بیگانہ کا تحفہ نہین لیتے اسپر کرشن رونے لگے کہ ہمنے آخری زمانہ کے پیغمبر کی تعریف اور انکی راہ پر چلنے والونکی خالص محبت کا حال جتنا سنا تھا ویسا ہی دیکھ لیا۔

مولوی امام الدین صاحب لکھنوی جو حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے انھوں نے کچھ باتین حضرت شاہ صاحبؒ کی زبانی جمع کی ہین۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضور کنہیا کے حق مین کیا فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ بھاگوت جو ہندوں کی معتبر کتابوں مین سے ہے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کنہیا اولیاء مین سے تھے اور ان کے مقامات متھرا وغیرہ بلاشک عشق انگیز ہیں یعنے ان مقاموں مین اللہ تعالےٰ کا عشق دل سے جوش کرتا ہے حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب جو مانسہ کے رہنے والے تھے حج کو جاتے تھے جب راستہ مین متھرا کے مقام پر پہونچے۔ تو کنہیا کی روح ان کے سامنے حاضر ہوئی اور پانچ اشرفیاں نذر کین کہ آپ کیشریف یعنے مکہ کو جاتے ہین۔ اسکو خرچ کیجئے۔ شاہ صاحب نے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ مین محمدی ہوں اللہ تعالےٰ کے سوا اور کسی سے مدد نہین چاہتا۔ اسی قسم کی صدہا حکایات اور کشوف مسلمان اولیاء اللہ کی بیان کی ہوئی کرشن علیہ السلام کے متعلق مہیا ہوسکتی ہین لیکن اب جب کہ حضرت مسیح موعودؑ نے الہام الٰہی کے ذریعہ سے خبر پاکر حضرت کرشنؑ کے نبی ہونیکی شہادت دی تو پھر تو شک وشبہ کا کوئی موقع ہی باقی نہین رہا بعض جاہل اور نادان مسلمان یہ کہدیتے ہین کہ اگر کرشن جی پیغمبر ہی تھے تب بھی تو دوسری قوم کے پیغمبر تھے ہمکو کیا ضرورت ہے کہ ہم انکی عزت کرین اور عزت سے انکا نام لین یہ ان جاہل مسلمانوں کی بڑی غلطی ہے وہ لا نفرق بین احد من رسلہ کے مطلب سے قطعی ناآشنا ہین بہر حال ہم کرشن جی کی دل سے عزت کرتے ہین اون کو خدا تعالےٰ کا پیارا اور برگزیدہ بندہ جانتے ہین۔ جنگ مہابھارت کے حالات جو کچھ کتاب مہابھارت مین لکھے ہین وہ سب کے سب صحیح نہین معلوم ہوتے انکے بیان کرنے مین ضرور شاعرانہ مبالغہ اور غلط بیانیوں سے کام لیا گیا ہے لیکن اس مین بھی شک نہین معلوم ہوتا کہ مہابھارت کی لڑائی کرشن علیہ السلام کے لئے ایسا ہی فرقان تھا جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنگ بدر فرقان تھا۔ اگر کسیوقت مشاغل نے مہلت دی تو انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین الحکم کی ضیافت طبع کے لئے ہندوستان کے پیغمبروں پر نازل شدہ صحائف کے متعلق ایک مفصل مضمون لکھکر پیش کرونگا۔ والسلام

(راقم اکبر نجیب آبادی)

افغانستان

کی عظیم الشان سازش کے تفصیلی حالات
آئندہ ہفتہ مین انشاء اللہ تعالیٰ
ناظرین کے پیش کئے جائیں گے

شذرات

(یعنی حضور امیر المومنین علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات طیبات)

— علماء نے لکھا ہے کہ جب انسان کوئی ایسا لفظ بولتا ہے جو بظاہر ناممکن ہو تو اسوقت اس لفظ کے عام معنے نہیں لیے جاتے بلکہ کوئی دوسرے معنے مراد لئے جاتے ہیں۔

— ملہم انسان مکالمہ الٰہی کیوقت اپنے بہت سے کاموں حواسوں اور تعلقات سے علیحدہ ہوجاتا ہے اس کے جسم پر سردی محسوس ہونے لگتی ہے اسلئے ان لوگوں کو کپڑا اوڑھنا پڑتا ہے جبوقت سرد ہوا چلتی ہے اور بارش ہونے کو ہوتی ہے اسوقت بھی انکی خشیت اللہ بڑھجاتی ہے اور گھبراہٹ محسوس کرنے لگتے ہیں۔

— مرثیہ کے معنے صبر سکھلانیکے ہیں لوگ غلطی سے رونے پیٹنے کے معنے کرتے ہیں۔

— نکال عذاب کو کہتے ہیں ہمارے ملک میں نکیل بھی اسی سے نکلی ہے۔

(یکم دسمبر شنبہ ۱۹۰۶ء) میں اپنے وطن سے یہاں اپنے آپکو بیمار سمجھکر گویا ایک طبیب سے علاج کرانے آیا تھا۔ یقین ہے تم بھی اسی طرح آئے ہو۔ میں نے اپنے سکھ یا دکھ کے لئے کسی سے کبھی رنج و عداوت نہیں رکھی میرا جی چاہتا ہے کہ تم لوگوں میں بھی یہی بات پیدا ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ کسی پر احسان اسلئے مت کرو کہ وہ تمکو زیادہ دیگا۔

— بہت لوگ اپنی ضرورتوں اور خیالی عزتوں اور رخواہشوں کے پورا کرنیکے وقت جزا و سزا کے خیال کو بھلا دیتے ہیں حالانکہ مسلمانوں میں تو جزا و سزا کا خیال بہت ترقی کرنا چاہیئے۔

— عقاب کا لفظ عقب سے نکلا ہے پہلے آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے پیچھے اسکے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔

دار الامان کا ہفتہ

(۱) حضور امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین رضی اللہ تعالےٰ عنہ الحمد للہ بخیر و عافیت اپنے انفاس قدسیہ سے ظلمت ضلالات کو مبدل بہ انوار ہدایت فرمانے میں مصروف اور اپنی صحت و تندرستی سے اپنے غلاموں کے لئے باعث اطمینان و مسرت ہیں۔

(۲) درس کلام اللہ حسب معمول مسجد اقصیٰ میں روزانہ ہوتا ہے ۱۱- اپریل کو سورہ آل عمران شروع ہوئی ہے۔

(۳) حضرت ام المومنین علیہا السلام معہ صاحبزادگان عالیمقام و میر محمد اسمٰعیل صاحب رض دہلی رونق افروز ہیں۔

(۴) حضرت صاحبزادہ و الاتبار مخدوم قوم جناب میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رض مدظلہ العالی کی مفارقت انکے بعض غلاموں کو یہاں بہت محسوس ہورہی ہے۔

(۵) جناب مکرمی مولوی محمد علی صاحب جو کلکتہ کی مذہبی کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے گئے تھے۔ انشاء اللہ تعالےٰ آج کسی وقت واپس مع الخیر تشریف لے آئینگے۔

(۶) اس ہفتہ میں جو مہمان باہر سے تشریف لائے۔ ان سب کے نام تو اسوقت یاد نہیں جو اسوقت سرسری طور پر یاد آتے ہیں عجالت میں لکھے جاتے ہیں۔ جناب فضل الٰہی صاحب سوداگر۔ حضرت حکیم شاہنواز صاحب۔ جناب چودہری عنایت اللہ صاحب انسپکٹر پولیس شہر راولپنڈی۔ جناب بابو غلام حسین صاحب

....

اسٹیشن ماسٹر ریاست بہاولپور۔ جناب چوہدری حاکم علی صاحب جناب مخدومی ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ جناب مسٹر عبد المجید صاحب امجد متعلم بی۔ اے۔ جناب مسٹر شیخ تیمور صاحب بی۔ اے۔ جناب بابو غلام محمد صاحب متعلم ایف اے

اور انکے ماموں صاحب وغیرہ وغیرہ

(۷) مدرسہ اور بورڈنگ اور احمدی بازار اور احمدی محلوں میں ہر طرح خیریت ہے قدرت اللہ خانصاحب علیل ہیں انکے لئے احباب ضرور دعا کریں۔ ہمارے مخدوم و محترم جناب میر ناصر نواب صاحب قبلہ اور انجمن ضعفائے جمیع بخیریت اور اپنے نیک و بابرکت اشغال میں مصروف ہیں

حضرات خریداران الحکم

اگر خط و کتابت کے وقت اپنے نمبر خریداری کا لکھنا ضروری تصور فرمائیں تو بڑی نوازش ہو۔

دار الکتب احمدیہ کے لئے کتابیں اور اخبارات مہتمم دار الکتب احمدیہ کے نام بھیجکر احباب کو ثواب حاصل کرنا چاہیئے۔

وہ حضرات جن کے ذمے قیمت اخبار کی واجب الادا ہے رحم و کرم کو کام فرمائیں اور اپنی تغافل شعاری اور سہل انگاری سے اب زیادہ اپنے خادم الحکم کو نقصان نہ پہونچائیں۔

بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک
ہم کہینگے حال دل اور آپ فرمائینگے کیا۔

فکاہات

بیجا مذہبی طرفداری

کا نام غلطی سے تعصب رکھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ لفظ تعصب کے اصلی مفہوم میں کوئی قابل نفرت بات نہیں ہے۔ خیر اس بیجا طرفداری یا تعصب (جو کچھ کہو) کی بُرائی اور مذمت تو عام طور سے ہر شخص جانتا ہے اور آجکل خاص کر ہندو اخباروں کے کالم کے کالم تعصب کی بُرائی میں سیاہ نظر آتے ہیں۔ جس سے ایک اس شخص کو جس نے زمانہ کی گرم و سرد ہوا نہ دیکھی ہو۔ اور اُس کا سابقہ مختلف لوگوں سے نہ پڑتا ہو ضرور یہ دھوکا لگ سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ جو اتفاق اتفاق پکار رہے ہیں۔ بڑے نیک اور بنی نوع انسان کے سچے خیرخواہ ہیں۔ لیکن حیرت ہوتی ہے۔ کہ سرکاری دفتروں کے کلرکوں میں ہندو ہیں۔ کہ مسلمانوں کو کھائے جاتے ہیں اور اس تاک میں لگے رہتے ہیں۔ کہ ان کو جس طرح ہو نقصان پہنچائیں۔ کسی سیاسی محکمہ کے اہلکار ہیں تو ہندو اس گھات میں ہیں۔ کہ مسلمانوں کی ہڈیوں کا بلاس بنا کر سونگھ جائیں۔ بیرسٹر اور وکلا ہیں۔ تو بیجا تعصب کی مجسم تصویریں بنے ہوئے ہیں۔ مذہبی رسالوں اور اخباروں کے ایڈیٹر ہیں۔ تو مسلمانوں کو چیر پھاڑ کر کھا جانے پر آمادہ ہیں۔ ہندوؤں کے واعظ اور لیکچرار ہیں۔ تو وہ اپنی زبانوں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں شمشیر و سنان سے بڑھ کر ثابت کر رہے ہیں۔ اور عوام کو تنافر کا سبق پڑھا رہے ہیں۔ بھلا کوئی پوچھے کہ خالی اتفاق اتفاق کہکر دھوکا دینے سے کیا ہوتا ہے۔ اگر واقعی ہندوؤں کے دلوں میں اتفاق کی کچھ قدر ہے۔ تو وہ اپنی عملی حالت میں تبدیلی پیدا کریں۔

گائے

جو لوگ گائے کو قابل پرستش دیبی سمجھتے ہیں۔ اور اُس کے پیشاب تک کو بھی مذہباً پوتر جانتے اور پیتے اور گائے کو گئو ماتا کہتے اور ماں کی طرح بزرگ و مکرم رکھتے ہیں۔ وہ خدا جانے گئو ماتا کے فرزند دلبند یعنی بیل صاحبان کی عزت کیوں نہیں کرتے۔ ماں جان کی تو یہ تعظیم و توقیر اور اماں جان کے نور چشموں یا یوں کہو۔ کہ ہمارے بھائیوں کے ساتھ یہ سلوک کہ تمام تمام دن جوتے سے اُن کی گردن رگڑی جائے۔ اور گاڑی میں جوت کر بڑی بڑی گرانی منزلیں اُن سے کرائی جائیں۔ اور بیچاروں کا خون پانی ایک کر دیا جائے۔ در حقیقت بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ ہندوستان میں بیل چونکہ ایسا ہی مفید ہے جیسے کہ عرب میں اونٹ اس لئے کسی زمانہ میں یہاں کے عقلمندوں نے اس کی حفاظتِ نسل کے لئے گائے کی عظمت مذہباً جاہلوں کے دلوں میں بٹھا دی۔ تاکہ اُس کو لوگ ذبح کرنا اور کھانا چھوڑ دیں۔ اور اس طرح وہ مرنے سے بچے جنتی اور بیلوں کی تعداد بڑھاتی رہے۔ اگر بیلوں کو یہ عزت دیجاتی۔ تو پھر ہل کون چلاتا۔ یہ کام جس نے کیا ہے۔ غالباً مہابھارت کے بعد ہی کیا ہے۔ کیونکہ مہابھارت کے زمانہ تک تو عام طور سے ہندوستان میں گائے کا گوشت بازاروں میں فروخت ہوتا تھا۔ اور بڑے بڑے مہاتما اُس کے تکوں بنا بنا کر کھاتے تھے۔ جاہلوں نے یہاں تک غلو کیا۔ کہ وہ گائے کے مقابلہ میں انسان کو قتل کر دینا معمولی بات سمجھنے لگے۔ جیسا کہ پنجاب میں سکھوں کی عملداری میں سُنتا ہے۔ کہ آدمی کو گائے کے عوض قتل کر دیتے تھے۔

پرکاش کی بہتان بندی

ایڈیٹر پرکاش اپنی ۷ - اپریل کی اشاعت میں لکھتا ہے۔ کہ

"مسلمان اخبار صاف الفاظ میں نہیں کہتے۔ لیکن یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ کی یہ پالیسی ہے۔ کہ پنجاب میں گورمکھی کا زیادہ رواج ہو۔ اور اس طرح زبان کا سوال پیدا ہو کر ہندو و مسلمانوں میں نفاق پیدا ہو جائے رہیں اس بات کے ماننے سے انکار ہے"!

غور کرنا چاہئے۔ کہ ایڈیٹر پرکاش نے کس طرح اپنے اور اپنے ہمقوموں کے بیجا تعصب پر پردہ ڈالنا اور الٹا مظلوم مسلمانوں ہی کو ملزم بنانا چاہا ہے۔ وہ یاد رکھے۔ اور کان کھول کر سُنے۔ کہ مسلمانوں کو گورنمنٹ سے ہرگز شکایت نہیں۔ اگر شکایت ہے۔ تو اس بات کی ہے۔ کہ ہندوؤں نے اپنی جبلّی عادت کی موافق بلاوجہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کی۔ مسلمان گورنمنٹ انگریزی کو اپنے لئے نمونۂ رحمت سمجھتے۔ اور گورنمنٹ کے ہر ایک انتظام پر پورے طور سے مطمئن اور گورنمنٹ کے دلی خیرخواہ ہیں۔ مسلمان ایسے احسان فراموش اور بیہودے نہیں۔ کہ وہ ہندوؤں کی طرح گورنمنٹ سے بدظن ہوں۔ ہاں اپنی تکالیف کا اظہار کرنا اور گورنمنٹ کو مطلع کرنا یہ اُن کا فرض ہے۔ اور اس میں کوئی قانونی۔ اخلاقی۔ مذہبی جرم نہیں۔

آثارِ قدیمہ

سانگلہ پہاڑی کے مشرقی دامن میں عمارات قدیمہ کے کچھ آثار نکلے ہیں۔ جو عمارت صاف طور پر برآمد ہوئی۔ وہ ایک کنواں معلوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اُس کے اندر سیڑھیاں ہیں۔ اور ان سیڑھیوں میں اندر کی طرف ایک دروازہ اور چار چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں ہیں۔ اس لئے خیال پڑتا ہے۔ کہ وہ مینار ہوگا۔ اور بوجہ قدامت کے زمین کی مٹی اُس پر چڑھ گئی ہے۔ اُسی عمارت سے سو گز کے فاصلے پر ایک بڑا وہ اور کچھ ٹوٹی پھوٹی دوسری عمارت ہے۔ ان عمارتوں کی اینٹیں دو فٹ لمبی ایک فٹ چوڑی ہیں۔ انگشت موٹی اور مہا سیر ورنی ہیں۔ ان عمارات کی تحقیقات کے لئے ایک سرکاری انجینئر آیا ہوا ہے۔ کھدائی ہو رہی ہے۔ ان عمارات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی زمانہ میں یہ جگہ آباد تھی جسے انقلاباتِ زمانہ نے تباہ و ویران کر کے ہزاروں من مٹی کی تہ اُس پر چڑھا دی۔

ضروری اطلاع

ناظرین الحکم کو پہلے بھی کئی دفعہ اطلاع دی گئی ہے۔ کہ خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور دیا کریں۔ کیونکہ ضرورت کے موقع پر اگر خریداری نمبر نہ دیا ہو۔ تو رجسٹروں میں پڑتال کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے تمام ناظرین کو ہونا چاہئے کہ خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور دیا کریں۔ (مینیجر)

تاریخی جواہر ریزے

امیر سبکتگین نے اپنی وفات سے چار روز پہلے شیخ ابوالفتح بُستی سے فرمایا۔ کہ ہمارے اور ہمارے عوارض و امراض اور موت کا حال بعینہ قصاب اور بھیڑوں کا سا ہے۔ جب پہلے پہل قصاب بھیڑ کو پاؤں کے نیچے دبا کر لٹاتا ہے۔ تو وہ بہت بے چین ہوتی ہے اور تڑپتی ہے۔ جب اون کتر کر چھوڑ دیتا ہے۔ تو پھر اپنی حالت میں مست ہو جاتی ہے۔ جب یہی نوبت دو تین دفعہ گذرتی ہے۔ تو پھر اُس کو مطلق خوف قصاب کا نہیں رہتا۔ اور جب اُس کو ذبح کرنے کے لئے لٹاتا ہے۔ تو وہ یہی جانتی ہے۔ کہ تھوڑی دیر بعد میں چھوٹ جاؤنگی۔ مگر وہاں گلے پر چھُری پھر جاتی ہے۔ اسی طرح انسان بیمار ہوتا ہے۔ پھر صحت پاتا ہے۔ مرض الموت میں بھی امید صحت پر مسرور رہتا ہے۔ اجل سے غافل رہتا ہے۔ کہ ناگاہ وہ آجاتی ہے اور جان شیریں کو باد فنا میں اُڑاے جاتی ہے۔

سلطان محمود غزنوی کی خدمت میں ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ اور عرض کیا۔ کہ میری بات تنہائی میں سُن لیجئے۔ خلوت میں عرض کیا۔ کہ آپ کا خواہرزادہ میری بی بی کے پاس آتا ہے آپ کے پاس داد خواہ آیا ہوں۔ سلطان سُن کر رونے لگا۔ اور کہا کہ تو نے پہلے سے کیوں نہ کہا۔ اُس نے کہا۔ کہ اب بھی بمشکل آپ تک پہنچ سکا ہوں۔ سلطان نے کہا۔ کہ اب جس روز وہ آئے۔ مجھکو اطلاع کر۔ ساتھ ہی اطلاع کرنے کا طریقہ بھی اُس کو بتا دیا۔ تیسرے روز اُس نے اطلاع کی سلطان شمشیر بکف پہنچا۔ اور دونوں سیاہ کاروں کو سوتے پایا۔ چراغ گل کرایا۔ اور سو بچتوار کا ایک ہاتھ ایسا لگایا کہ اس کا قصہ پاک کیا۔ پھر روشنی میں اُس مقتول کا چہرہ دیکھکر شکر خدا بجا لایا۔ صاحب مکان سے پانی مانگا۔ اور خوب جی کھول کر پیا۔ اور وہاں سے واپس چلا۔ اُس آدمی نے چراغ کے گل کرنے اور پانی پینے کا سبب پوچھا۔ تو فرمایا۔ کہ اندیشہ تھا۔ کہ قتل کرنے سے پہلے اس کا چہرہ دیکھکر خون کی محبت جوش میں آجاتی۔ اور میں قتل سے باز رہتا۔ میں نے قسم کھائی تھی۔ کہ جب تک اس ظالم کو دُور نہ کر لوں۔ نہ کھانا کھاؤں گا۔ نہ پانی پیونگا۔ تین دن بھوک پیاسے بسر ہوئے .... اب جبکہ شر دُور ہوا۔ تو میں نے پانی پیا۔

سلطان مبارک شاہ خلجی ایک پرواری ہندو بچے پر بہت مہربان تھا۔ یہ ہندو زادہ سلطان کے ایک ملازم شادی خاں کا غلام تھا۔ وہ ہندو سے مسلمان ہو گیا۔ بادشاہ نے اُس کو خسرو خاں کا خطاب دیا۔ اُس کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ رات کو بھی سلطان کے پاس ہی اُس کی چارپائی ہوتی تھی۔ اور سلطنت کے تمام سیاہ و سفید کا اُس کو کامل اختیار تھا۔ ایک دن اُس نے سلطان سے کہا۔ کہ میرے بعض رشتہ دار مسلمان ہونا چاہتے ہیں (اُس زمانہ میں یہ دستور تھا۔ کہ جو ہندو مسلمان ہوتا۔ وہ بادشاہ کو بھی سلام کرنے جایا کرتا) دن کو آتے ہوئے تو وہ شرماتے ہیں۔ رات کو حاضر ہونے کی اُن کو اجازت دیجئے۔ بادشاہ نے منظور کر لیا۔ اس طرح جب رات کے وقت بہت سے مسلح ہندوؤں نے بادشاہ تک جانے کا ارادہ کیا۔ تو قاضی خان دروازہ پر مزاحم ہوا۔ اُس کو قتل کیا۔ شور ہوا۔ تو بادشاہ نے خسرو خان نومسلم سے کہا۔ کہ دیکھو! یہ کیسا شور ہے۔ اُس نے باہر دیکھکر آ کر کہدیا۔ کہ گھوڑا کھُل گیا تھا۔ اُس کا شور تھا۔ جب یہ ہندوؤں کا گروہ شاہی خوابگاہ میں داخل ہوا۔ تو سلطان کی آنکھیں کھُلیں۔ اور بات کو سمجھا۔ فوراً اُٹھکر محل سرا کے دروازے کی طرف گیا۔ کہ زنانخانہ کے مکان میں داخل ہو جائے۔ لیکن نمکحرام خسرو نومسلم نے جلدی سے دوڑ کر بادشاہ کے بال پکڑ لئے۔ بادشاہ زبردست تھا خسرو کو زمین پر ٹپک دیا۔ اور اُس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ لیکن اس نے بال نہ چھوڑے اتنے میں خسرو کا چچا مندل اور ظاہر یا پرواری شمشیر بکف آپہنچے۔ اور ظاہر یا نے بادشاہ کا سر تلوار سے اڑا دیا۔ یہ واقعہ ۲۲ مارچ ۱۳۲۰ء کی رات کو ہوا۔

سلطان مبارک شاہ سیّد اس قدر پاک طینت اور خوش خلق تھا۔ کہ ساری عمر میں ایک فحش کلمہ بھی اُس کے مُنہ سے نہیں نکلا۔ اعلیٰ درجہ کا منصف مزاج اور منتظم بادشاہ تھا۔ اپنے نام پر ایک شہر جمنا کے کنارے آباد کر کے مبارک آباد اُس کا نام رکھا۔ چند آدمیوں کے ساتھ مبارک آباد میں آیا۔ اور نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد کو جاتا تھا۔ کہ راستہ میں ہندوؤں کی ایک جماعت نے بادشاہ کو گھیر لیا۔ اور سر پر ایک ایسی تلوار لگائی۔ کہ بادشاہ راہی ہوا۔ یہ واقع بروز جمعہ ۱۹ جنوری ۱۴۳۴ء کو ہوا۔

[مبارک شاہ خلجی اور سید مبارک یعنے دو مبارک دہلی کے تخت پر بیٹھے۔ اور عجیب بات ہے۔ کہ دونوں بلاوجہ ہندوؤں کے ہاتھ سے مارے گئے۔"]

پٹھان بادشاہوں مثلاً لودی۔ سور وغیرہ خاندانوں کے کسی بادشاہ کے عہد میں کبھی کوئی قحط نہیں پڑا۔

اکبر بادشاہ ۱۵۶۷ء میں لاہور سے دلی کو آتا تھا۔ راستہ میں تھانیسر کے مقام پر قیام ہوا اس روز گرہن کا دن تھا۔ اور کروکھیتر کے تالاب پر ہندوؤں کا بڑا اجتماع تھا۔ دان پُن اور خیرات کے لینے کے لئے بہت سے سنیاسی اور جوگی بھی آگئے تھے۔ جوگیوں اور سنیاسیوں میں جھگڑا ہوا۔ دونوں گروہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور درخواست کی کہ ہم کو اجازت ملے۔ کہ ہم بذریعہ تلوار آپس میں فیصلہ کر لیں۔ بادشاہ نے دونوں کو سمجھایا۔ لیکن جب اُن کا اسرار اور ضد حد سے بڑھ گئی۔ تو مجبوراً دونوں کو آپس میں لڑنے کی اجازت دیدی۔ سنیاسی ڈھائی سو کے قریب تھے۔ اور جوگی پانسو تھے۔ اس لئے بادشاہ کے اشارہ کے موافق سو ڈیڑھ سو بادشاہی بدن پر بھبوت مل کر سنیاسیوں کی صورت بنا کر سنیاسیوں کے ساتھ ہو لئے۔ دونوں میں عرصہ دراز تک خوب تلوار چلی اور بادشاہ علیحدہ کھڑا ہوا تماشا دیکھتا رہا۔ انجام